مسئلۂ توسّل و اِستعانت کی تحقیق

اِحقاقِ حق

تالیف

سیف اللہ المسلول سیدنا شاہ

فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ

ترجمہ، تخریج، تحقیق

نبیرۂ مصنّف مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

فاضل جامعۃ الازہر (مصر)

تبییض و تصحیح : دلشاد احمد قادری (متعلم شعبۂ تحقیق مدرسہ قادریہ، بدایوں)

طبع اول : (فارسی) ۱۲۶۵ھ تقریباً

طبع جدید : محرم ۱۴۲۸ھ / جنوری ۲۰۰۷ء

فہرست مضامین

فہرست مضامین حاشیہ

ابتدائیہ

زیرنظر کتاب کا پورا نام ''احقاق الحق وابطال الباطل'' ہے، اصل رسالہ فارسی میں ہے، یہ کتاب کس سن میں تالیف کی گئی اور پہلی بار کب شائع ہوئی اس بارے میں یقین سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی، ایک اندازے کے مطابق یہ ۱۲۶۵ھ کے آس پاس کی تالیف ہے، ہمارے سامنے جو نسخہ ہے وہ مصنف کی کتاب ''البوارق المحمدیہ'' کے حاشیہ پر شائع ہوا ہے، مگر اس میں سن طباعت کا ذکر نہیں ہے، البتہ دو باتیں قابل توجہ ہیں:

الف: یہ اشاعت فاضل مصنف کی وفات (۱۲۸۹ھ) کے بعد کی ہے، کیونکہ آخر میں مصنف کے حالات درج کئے گئے ہیں جن میں ان کی وفات کا تذکرہ بھی ہے۔

ب: یہ کتاب کی پہلی اشاعت نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی کتاب طبع ہو چکی تھی، اس نسخہ کے ''خاتمۃ الطبع'' سے یہی اشارہ ملتا ہے۔

جن صاحب سے خط وکتابت اس کتاب کی تالیف کا سبب بنی وہ حیدر علی بن عنایت علی بن فضل علی حسنی دہلوی ہیں۔ یہ دہلی میں پیدا ہوئے اور ایک زمانہ تک رامپور اور ٹونک میں قیام پذیر رہے، اس لئے اکثر ان کے نام کے ساتھ رامپوری اور ٹونکی بھی لکھا جاتا ہے، علامہ رستم علی رامپوری، اور علامہ مبین بن محب اللہ لکھنوی وغیرہ سے اخذ علم کیا، سید احمد رائے بریلوی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، اسی وجہ سے سید صاحب اور شاہ اسماعیل دہلوی کے دفاع اور حمایت میں متعدد کتابیں اور

رسائل تصنیف کئے، استاذ مطلق علامہ فضل حق خیرآبادی کی کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' کے رد میں موصوف نے رسالہ ''کلام الفاضل الکبیر'' تحریر کیا۔ انہوں نے حضرت سیف اللہ المسلول کے رد میں بھی رسائل لکھے جن میں علمی خیانتوں اور غیر تحقیقی و غیر علمی اسلوب کے ساتھ ساتھ نہایت سوقیانہ زبان استعمال کی ہے، زیر نظر کتاب ''احقاق حق'' کے جواب میں بھی مولانا حیدر علی ٹونکی نے ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کے جواب میں حضرت سیف اللہ المسلول نے ''تلخیص الحق'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

مولانا حیدر علی ٹونکی کی وفات ۱۲۷۳ھ میں ٹونک میں ہوئی۔

(دیکھئے: نزھة الخواطر: ج ۷/ص ۱۷۲، ۱۷۳۔ سید عبد الحی لکھنوی: مکتبہ دار عرفات، رائے بریلی، ۱۹۹۲ء)

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنے کے لئے دونوں زبانوں پر قدرت ضروری ہے، مگر یہاں یہ حال ہے کہ اردو جو اپنی مادری زبان ہے ابھی اسی میں ''شین قاف'' درست نہیں ہیں تا بہ فارسی چہ رسد؟ بہر حال ترجمہ جیسا بھی ہے آپ کے سامنے ہے، ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ یہ لفظی اور حرفی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اگر اس کو تلخیص واختصار کہا جائے تو شاید زیادہ مناسب ہوگا، اس لئے اصل کتاب کی ہر عبارت اور ہر لفظ کا ترجمہ میں پایا جانا ضروری نہیں ہے۔

کتاب میں اگر کوئی دلیل ناقص ہو، کوئی مسئلہ غیر واضح ہو یا کوئی عبارت گنجلک ہو تو یہ میری قصور فہم کا نتیجہ ہے، اس لئے کہ یا تو میں اصل عبارت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکا، یا پھر اردو میں اس کی مناسب تعبیر نہیں کر سکا، مصنف رحمۃ اللہ علیہ پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، وہ اس سے بری ہیں، اور ان کا دامن ایسے کسی بھی عیب سے پاک ہے۔

تخریج وتحقیق کے سلسلے میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

الف: احادیث کی تخریج کے ذیل میں حتی الامکان ان کے حکم اور درجہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے۔

ب: بہت سے مقامات پر مصنف نے احادیث یا علما کی عبارتوں کا تلخیصی ترجمہ درج کیا تھا، ان کی اصل عربی غالباً طوالت کے خوف سے قلم انداز فرمادی تھی، ہم نے اصل ماخذ کی طرف رجوع کر کے وہ اصل عربی یا فارسی عبارتیں متن میں درج کر دی ہیں۔

ج: تخریج وتحقیق میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی تصرف اور میرے بزرگوں کی دعاؤں کا اثر ہے، اور اگر کہیں قلم نے ٹھوکر کھائی ہو یا کوئی علمی اور تحقیقی سہو ہوا ہو تو یہ سراسر میری کم علمی اور بے بضاعتی کا نتیجہ ہے۔ ربنالا تؤاخذنا ان نسینا أو أخطأ نا۔

۲۲ جون، ۲۰۰۶ء سے ۳۰ جون تک میں برادر طریقت آویز خاں قادری صاحب کی حویلی (موضع رائے پور، ضلع فرخ آباد) میں قیام پذیر رہا، اس ایک ہفتے میں دو کتابوں کے ترجمہ اور تسہیل کا کام کیا، ایک تو یہی زیر نظر کتاب اور دوسری "فوز المؤمنین بشفاعة الشافعین" جو عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے، ان دونوں کتابوں کی تخریج اور تحقیق کا کام ابھی جنوری ۲۰۰۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں میں کیا گیا۔ آویز خاں صاحب کی حویلی کا آستانہ قادریہ سے بڑا پرانا رشتہ ہے، حضرت تاج الفحول رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حویلی میں قیام فرما چکے ہیں۔ اس دینی کام کے دوران برادرم آویز خاں اور ان کے اہل خانہ نے خلوص ومحبت کے ذریعہ اس قدیمی رشتہ کا حق ادا کر دیا، جس کی وجہ سے میں نے نہایت یکسوئی اور سکون واطمنان سے یہ کام کیا، رب مقتدر ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کی تبییض، تصحیح، تخریج کے لئے کتابوں کی چھان پھٹک، اور عبارتیں تلاش

کرنے کا مشکل کام، ان تمام امور میں مولانا مجاہد حسین صاحب (مدرس مدرسہ قادریہ) اور عزیزم مولانا دلشاد احمد قادری (طالب علم شعبۂ تحقیق مدرسہ قادریہ) نے ہر طرح کا تعاون کیا، اور میرے ساتھ بڑی محنت کی، ان کی محنت اور تعاون کا اعتراف نہ کرنا بڑی نا انصافی ہوگی۔ میں ان دونوں حضرات کی عمر، علم، اور عمل میں ترقی اور برکت کے لئے دعا گو ہوں۔

محبّ گرامی مولانا خوشتر نورانی اور مکتبہ جام نور کے تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے کتاب کی کمپوزنگ اور طباعت واشاعت میں غیر معمولی دلچسپی دکھائی۔

اسید الحق محمد عاصم قادری

مدرسہ قادریہ بدایوں

۴؍محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، ۲۴؍جنوری ۲۰۰۷ء

صفحہ نمبر ۹ سے ۲۹ کا تعارفِ مصنف شروع میں دے دیا گیا ہے۔

مقدمہ

از: مصنف علیہ الرحمہ

الحمد لله و الصلوة علی رسوله و اله و اولیاء الله
اما بعد

میرے عزیزوں میں سے ایک شخص بریلی میں رہتا تھا اور یہ ورد پڑھتا تھا:

السلام علیك ایها النبی الکریم السلام علیك الرسول الرحیم

ترجمہ:- اے نبی کریم آپ پر سلام ہو، اے رسول رحیم آپ پر سلام ہو-

وہ فرقہ جو ابھی کچھ عرصہ سے نمودار ہوا ہے اور امت مرحومہ کی تکفیر، اولیاء کے نفوس قدسیہ کی تفسیق اور حضرات انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی توہین اس کا شعار وعلامت ہے، اسی فرقہ کے ایک فرد [ٹونکی] کو جب اس ورد کی اطلاع ملی تو اس نے بے محابا اس ورد کو پڑھنے سے منع کیا اور پڑھنے والے کے کافر ومشرک ہو جانے کا فتویٰ دے دیا- وہ ورد پڑھنے والا اس خاکسار بے مقدار سے تعلق رکھتا تھا، لہٰذا اس نے مجھ سے اس ورد کے جواز وعدم جواز کے بارے میں دریافت کیا، یہ خاکسار اس سلسلہ میں جو کچھ جانتا تھا وہ اس کو بتا دیا کہ اس ورد کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی چہ جائیکہ اس کے کفر وشرک ہونے کی- جب اس خاکسار کا یہ جملہ اس شخص کو معلوم ہوا تو اس نے احقر کے نام ایک خط لکھا، جس میں مجھے شرک وضلال سے توبہ کا حکم اور مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے مطالعہ کی ہدایت کی گئی تھی، میں نے اس کے

جواب میں صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کیا کہ:

''حامل رقعہ صالح اور دیندار شخص ہے اور اس کے پاس اسم مبارک یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ خاص ترکیب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت مولوی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ سے ان کی مہر کے ساتھ موجود ہے اس کا مطالعہ فرمالیجیے کیونکہ آپ کے اوپر یہ حجت کافی ہے اور کتاب تقویت الایمان کے مطالعہ کی کوئی ضرورت نہیں، معاف فرمائیے کیونکہ اگر اس میں حضرت ختم رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر نازل شدہ وحی کے علاوہ جدید وحی کے احکام ہیں تو ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں، اور اگر اس میں وہی ہے تو پھر کتاب اللہ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کتاب کے مطالعہ سے بے نیاز کرتے ہیں، اور اگر اس میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر، حدیث پاک کی شرح، مسائل کا استخراج اور احکام کا استنباط ہے پس اگر وہ جمہور علماء کے موافق اور ماثورات سلف کے مطابق ہے تو درست ہے ،تاہم ہمارے پاس اصول دین موجود ہیں لہٰذا خاص طور پر اس کتاب کے مطالعہ کا کوئی سبب نہیں ہے اور اگر اس میں درج شدہ احکام جمہور اور سلف صالحین کے مخالف ہیں تو ہم مؤمنین کے راستہ اور سواد اعظم کی متابعت کو ضروری سمجھتے ہیں اور شاذ طریقہ پر چلنا ہم سے نہیں ہوسکتا لکم دینکم ولی دین- فقط''-

اس خط کے جواب میں عتاب سے بھرا ہوا خط آیا، جس کی عبارتیں ایسی تھیں کہ جن کا یہاں ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے، ان گالیوں کو حذف کر کے ہم صرف اس خط کا خلاصۂ مطلب یہاں نقل کر رہے ہیں:

''اولاً ہم مولوی عبدالعزیز پر ایمان نہیں لائے ہیں کہ جو کچھ وہ کہیں ہم اس کو حجت مانیں، دوسری بات یہ کہ مولوی (عبدالعزیز) صاحب نے بعض مشائخ کی تقلید میں اجازت لکھوادی ہے اگر انہوں نے علم عقائد یا فقہ یا حدیث وتفسیر کی کسی کتاب میں ذکر کیا ہوتا تو قابل استدلال واحتجاج ہوتا اور ہم تمام مجتہدین وعلماء اور

اولیاء صالحین کے معتقد ہیں ان سب کے قول وارشاد کو ہم حجت ودلیل سمجھتے ہیں ہمارا طریقہ بعینہ وہی طریقہ ہے جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کا ہے مگر مردوں کو نداء اور صیغۂ خطاب سے یاد کرنا خاص کر زیارت قبور کے علاوہ نیز زندوں کو عموماً چاہے عام ہوں یا خاص یعنی انبیاء واولیاء کو غائبانہ میں نداء وخطاب سے یاد کرنا اور اسی طرح ملائکہ اور جناتوں کو پکارنا یہ سب ہندوستان کے جاہلوں کا گڑھا ہوا ہے، جو انہوں نے ہندوؤں کی تقلید سے سیکھا ہے، اس پر شرک کا حکم لگانا سلف صالحین میں سے کسی کے قول کے مخالف نہیں ہے اور شبہات رفع کرنے کے لئے کتاب تقویۃ الایمان کا مطالعہ ضروری ہے اگر تم نے اپنے گمان کے مطابق کتب حدیث، فقہ یا تصوف سے کوئی اصول بنایا ہے تو اس کو سامنے لاؤ تا کہ اس کی تردید اور ابطال کیا جائے۔۔ فقط''۔

اس خاکسار نے پھر بھی جواب میں اسی قدر پر اکتفا کیا ہے کہ:

جناب مولوی عبد العزیز صاحب کی تقلید مولوی اسماعیل دہلوی صاحب پر ایمان لانے سے زیادہ دشوار نہیں تھی، خود جناب نے مولوی اسماعیل صاحب کے حوالہ پر اکتفا فرمایا اگر اس خاکسار نے حضرت شاہ عبد العزیز صاحب سے سند پیش کی تو اس میں غیض وغضب کی کون سی بات ہے، سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ:

قالت امرنا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ننزل الناس منازلھم(۱)

ترجمہ:۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم لوگوں کو ان کے صحیح مراتب ومقامات پر رکھیں۔

اس حدیث کے مطابق انصاف ودیانت کا تقاضا تو یہ ہے کہ تعارض کے وقت مرجوح [اسماعیل دہلوی] کو اختیار کرنا اور مسلّم [شاہ عبد العزیز] کو چھوڑنا اپنے لئے

(۱) ابوداؤد:باب فی تنزیل الناس منازلھم ،حدیث۴۸۴۲، مطبع دار الفکر، بیروت

روانہ رکھتے ہوئے مولوی عبدالعزیز صاحب کی متابعت اختیار کرتے تاکہ حضرت شاہ صاحب سے آپ کی عقیدت کا دعویٰ درست ہو جاتا، وہ جو آپ نے شاہ صاحب کے اجازت دینے کی توجیہ کی کہ انہوں نے بعض مشائخ کی تقلید میں ایسا کیا تھا، بڑی عجیب وغریب بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے؟ وہ چیز جو سراسر شرک ہو اس کے پڑھنے کی اجازت شاہ صاحب بعض مشائخ کی تقلید میں دے دیں، پس شاہ صاحب بھی بعض مشائخ کی تقلید میں مشرک ہوئے مگر اس بات سے غالباً کاتب رقعہ متفق نہیں ہیں، کیونکہ خط کے آخر میں صراحتاً شاہ صاحب کی تعریف لکھی ہے، یا پھر یہ کہ تقلید کی وجہ سے شاہ صاحب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا [یعنی مشرک نہیں ہوئے] اگر یہ بات ہے تو وہ بے چارہ بھی مشائخ اور خاص کر شاہ صاحب کی تقلید میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر رہا ہے تو وہ کیوں مشرک ہوگا؟ اور یہ جو تحریر فرمایا کہ اگر شاہ صاحب نے تفسیر وغیرہ کی کسی کتاب میں ذکر کیا ہو تو ضرور حجت و دلیل ہوگا، کاش اسی بات پر قائم رہیں اور تفسیر عزیزی کو دیکھ لیں کہ سورۂ الم نشرح کی تفسیر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ولنعم ماقیل

یا صاحب الجمال ویاسید البشر　　من وجھك المنیر لقد نور القمر

لایمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (۲)

ترجمہ:- اے صاحب حسن وجمال اور اے سردار بشر آپ کے تابناک چہرۂ مبارک سے چاند نے ضیا پائی ہے، جیسی آپ کی تعریف وتوصیف کا حق ہے، ویسی ثنا کرنا ممکن نہیں، مختصر یہ ہے کہ خدائے برتر کے بعد آپ کی ذات سب سے بزرگ و برتر ہے۔

اور پھر استعانت بغیر اللہ علی الاطلاق شرک وحرام نہیں ہے، تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(۲) تفسیر فتح العزیز: ص۲۹۶، از شاہ عبدالعزیز دہلوی، مطبع العلوم، دہلی ۱۲۶۷ھ

''یہاں جاننا چاہیے کہ غیر سے استعانت اس طور پر کہ اس میں غیر پر اعتماد ہو اور اس کو عون الٰہی کا مظہر نہیں سمجھتا ہو تو یہ حرام ہے، اور اگر توجہ صرف باری تعالیٰ کی طرف ہے اور غیر کو محض عون الٰہی کا مظہر سمجھتا ہو اور حق تعالیٰ کے کارخانہ اسباب وحکمت کو اس میں دیکھتا ہو اور غیر اللہ سے صرف ظاہری استعانت کرتا ہو تو یہ جائز وروا ہے اور انبیاء واولیاء نے اس قسم کی استعانت بغیر اللہ کی ہے یہ قسم استعانت بغیر اللہ نہیں ہے بلکہ درحقیقت یہ بھی استعانت باللہ ہی ہے''۔(۳)

یہ تو وہ ہے جو فوراً خیال میں آیا اگر شاہ صاحب کی کتب میں تلاش کیا جائے تو اس سے زیادہ مل سکتا ہے۔

ہر چند اس خط کے بعد اس شخص [حیدر علی ٹونکی] نے جواب الجواب نہیں لکھا لیکن اکثر احباب کا اصرار ہوا کہ میں اس مسئلہ پر تفصیل سے لکھوں، جناب ہدایت مآب کامل الایمان صاحب العرفان ذوالمفاخر والمناقب محمد عبدالکریم صاحب نے پرزور اصرار کرنا شروع کر دیا میں ان کی خدمت میں جو رشتۂ نیاز رکھتا ہوں اس کے آگے مجبور ہو کر میں نے ان کا حکم مان لیا (۴)

(۳) تفسیر فتح العزیز: تفسیر سورۂ فاتحہ: زیر آیت: ایاك نعبد و ایاك نستعین

(۴) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب البوارق المحمدیہ کے آخر میں مصنف کے حالات درج کئے گئے ہیں، وہاں جامع حالات نے آپ کی تصانیف کے ذیل میں زیر نظر رسالہ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس رسالہ کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے جامع حالات تحریر فرماتے ہیں:

''ایک شخص السلام علیك ایها النبی الکریم کے ورد میں مشغول تھا، ارکان وہابیہ میں سے ایک شخص نے اس پر شرک کا حکم لگا دیا، ورد پڑھنے والے نے حضور اقدس سے پورا ماجرا بیان کیا حضرت نے مختصر اور شافی وکافی جواب عنایت فرما دیا، اس کے بعد بعض اہل اللہ نے حضرت کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تالیف فرما دیا جائے، حضرت اقدس نے درس وتدریس اور دیگر

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس رسالہ کو میں نے دو فصلوں میں تقسیم کیا ہے
پہلی فصل حق کو ظاہر کرنے کے بیان میں
دوسری فصل باطل کے ردو ابطال کے بیان میں ہے۔

بقیہ حاشیہ:
مشغولیات کی بنیاد پر عذر ظاہر کیا، یہاں تک کہ حضرت اقدس ایک روز برہان الکاملین سلطان العارفین جناب شیخ شاہی روشن ضمیر سہروردی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت بڑے سرکار) کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، جب فاتحہ کے لئے مزار مبارک کے قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت بڑے سرکار کا مزار مبارک شیشہ کی طرح ہے اور صاحب مزار اپنی قبر میں بیٹھے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے ہیں۔ حضرت بڑے سرکار نے حضرت اقدس کی طرف توجہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ تمام مصروفیات کو چھوڑ کر جلدی اس رسالہ کی تالیف کر، جس کی تالیف کے لئے تم سے کہا جارہا ہے۔ چنانچہ حضرت بڑے سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل میں آپ نے یہ رسالہ تصنیف فرمایا"۔
ترجمہ ملخصا از فارسی، البوارق المحمدیہ: ص ۱۴۸

فصل اول

اس فصل میں ہم احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اقوال علماء واولیاء اور مشائخ امت مرحومہ ذکر کریں گے اور شارحین حدیث نے جو کچھ شرح حدیث اور استنباط مسائل کے سلسلہ میں لکھا ہے، اس کو ہم ہر حدیث کے ذیل میں نقل کریں گے تاکہ طریقۂ استدلال سواد اعظم کے موافق ہو اور اہل ہواء و بدعت کے اختراعی طرز استدلال سے ممتاز ہو جائے۔

تشہد میں حضور ﷺ سے خطاب

كنا اذا صلينا خلف النبى صلى الله عليه و سلم قلنا السلام على جبريل و ميكائيل السلام على فلان و فلان فالتفت الينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انّ اللّٰه هو السلام فاذا صلى احدكم فليقل التحيات لله و الصلوت و الطيبات السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته السلام علينا و على عباد الله الصالحين فانكم اذا قلتموها اصابت كل عبد لله صالح فى السماء و الارض، اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انّ محمدا عبده و رسوله (۵)

(۵) صحیح بخاری: بطریق شقیق بن سلمہ: عن ابن مسعود کتاب الاذان: باب التشهد فی الآخرة
صحیح مسلم: بطریق ابی وائل عن ابن مسعود، کتاب الصلوٰة: باب التشهد فی الصلوٰة

ترجمہ:- جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے تو کہتے تھے جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: بے شک اللہ خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی نماز ادا کرے تو یہ کہے تمام قولی، جانی و مالی عبادات خالص اللہ کے لئے ہیں اے نبی آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکات نازل ہوں ہمارے اوپر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو، جب تم یہ کہو گے تو زمین و آسمان میں اللہ کے ہر نیک بندے کو یہ سلام پہنچے گا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ عز و جل ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے اور یہ تشہد ابن مسعود کہلاتا ہے، تمام احناف کا اس پر عمل ہے اور امام احمد بن حنبل کے مسلک میں بھی اسی پر عمل ہے، اکثر صحابہ اور تابعین کا یہی معمول تھا اس کی تعلیم کا حکم بھی وارد ہوا ہے۔

مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے:

عن ابن مسعود قال علمه رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد و امره ان يعلم الناس التحيات لله الخ (٦)

ترجمہ:- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تشہد سکھایا اور حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تشہد التحیات للہ سکھائیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ:

علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد كفي بين كفيه كما يعلمني السورة من القرآن (٧)

ترجمہ:- حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا

---

(٦) مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۳۷۶ مؤسسہ قرطبہ قاہرہ، مصر

(٧) مسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۴۱۴ مؤسسہ قرطبہ قاہرہ، مصر

ہاتھ پکڑا اور مجھے ایسے ہی تشہد سکھایا جیسا کہ قرآن کی کوئی سورت سکھاتے تھے۔

اکثر شافعیہ کا عمل تشہد ابن عباس پر ہے اور مالکیہ کا عمل تشہد ابن عمر پر ہے۔(۸)

ان تمام روایتوں میں تھوڑا بہت تفاوت ضرور ہے مگر ان تمام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ندا اور خطاب موجود ہے یعنی السلام علیك ایها النبی۔

حضرت ابن مسعود سے ایک روایت سنن ابن ابی عوانہ میں مروی ہے:

و هو بين ظهرانينا فلما قبض قلنا السلام على النبي (۹)

---

(۸) تشہد ابن عباس یہ ہے: التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته السلام علينا و علىٰ عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله ۔امام شافعی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔امام لیث بن سعد نے بھی تشہد ابن عباس کو اختیار کیا ہے۔

تشہد ابن عمر یہ ہے: التحيات لله الزاكيات لله الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النبي و رحمة الله و بركاته ۔باقی الفاظ وہی ہیں جو تشہد ابن عباس میں ہیں امام مالک نے اسی تشہد کو اختیار فرمایا ہے۔

(۹) مسند ابی عوانہ: ج ۱ ص ۵۴۱ دار المعرفہ، بیروت

الامام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، م: ۳۱۶ھ

مسند ابی عوانہ کی اس روایت پر کلام کرتے ہوئے امام ابوالمحاسن الحنفی فرماتے ہیں:

من قوله" بين ظهرانينا الى على النبي " منكر لا يصح لانه يوجب ان يكون التشهد بعد موته عليه الصلوة و السلام على خلاف ما كان في حياته و ذلك مخالف لما عليه العامة و لما في الآثار المروية الصحيحه، و قد كان ابو بكر و عمر يعلّمان الناس التشهد في خلافتهما على ما كان في حياته صلى الله عليه وسلم من قولهم السلام عليك ايها النبي و انّما جاء الغلط من مجاهد و امثاله و قد قال ابو عبيد ان مما اجل الله به رسوله ان يسلم عليه بعد وفاته كما كان يسلم عليه في حياته و هذا من جملة خصائصه صلى الله عليه وسلم۔ معتصر المختصر: ج ۱ ص ۵۳، ۵۴ مکتبہ المتنبی، القاہرہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:-ابن مسعود نے فرمایا کہ وہ (یعنی السلام علیك ایها النبی)حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں تھا، جب حضور نے پردہ فرمایا لیا تو ہم یہ کہنے لگے ''السلام علی النبی ''یعنی نبی پر سلامتی ہو۔

محدثین نے اس روایت میں کلام کیا ہے کہ یہ ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راویوں کے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے، اس کو صحیح بخاری میں واضح بیان کر دیا گیا ہے، بخاری کی روایت یہ ہے:و ھو بین ظھرانینا فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی (۱۰)

بقیہ حاشیہ:

ترجمہ:-بین ظھرانینا سے لے کر علی النبی تک یہ قول منکر ہے، صحیح نہیں ہے-اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تشہد اس کے برخلاف ہو جو آپ کی حیات میں تھا، اور یہ عامہ علماء کے عمل اور آثار صحیحہ کے مخالف ہے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اپنی خلافت کے دور میں لوگوں کو وہ تشہد سکھاتے تھے جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا یعنی ''السلام علیك ایها النبی '' یہ غلطی مجاہد اور ان کے امثال کی طرف سے آئی ہے، ابو عبید نے کہا کہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن سے اللہ نے اپنے رسول کو بزرگی عطا فرمائی ہے کہ ان پر ان کی وفات کے بعد بھی ویسا ہی سلام بھیجا جائے جیسا ان کی وفات سے پہلے بھیجا جاتا تھا اور یہ آپ کی خصوصیات میں سے ہے-

(۱۰) **بخاری شریف**: باب الاخذ بالیدین رقم الباب ۸ حدیث الباب ۱

قال الترمذی حدیث ابن مسعود روی من غیروجه وھو اصح حدیث روی فی التشھد والعمل علیه عند اکثر اھل العلم من بعد ھم قال وذھب الشافعی الی حدیث ابن عباس فيِ التشھد و قال البزار لما سئل عن اصح حدیث فی التشھد قال ھو عندی حدیث ابن مسعودوروی عن نیف و عشرین طریقا ثم سرد اکثر ھا وقال لا اعلم فی التشھد اثبت منه ولا اصح اسانید ولا اشھرر جالا

فتح الباری ابن حجر عسقلانی ج ۲/۳۱۵ دار المعرفتہ بیروت، تحقیق محب الدین خطیب

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- وہ (السلام علیك ایها النبی) اس وقت تھا جب حضور ہمارے درمیان تھے، جب حضور کا وصال ہوگیا تو ہم السلام یعنی علی النبی کہنے لگے۔

لفظ ''یعنی'' صاف دلالت کر رہا ہے کہ علی النبی ابن مسعود کا قول نہیں ہے، ابن مسعود کا قول بس یہیں تک ہے قلنا سلام یہ اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ جیسا سلام آپ کی حیات میں پڑھا کرتے تھے ویسے ہی بعد میں بھی جاری رہا یا پھر خطاب سے اعراض کیا ہو اور جب لفظ میں احتمال پیدا ہوگیا تو دلالت باقی نہیں رہی۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

و اما قول ابن مسعود کنا نقول فی حیاۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم السلام علیك ایها النبی فلما قبض علیه السلام قلناالسلام علی النبی فهو روایة ابی عوانة و روایة البخاری الاصح منها بینت ان ذلك لیس من قول ابن مسعود بل من فهم الراوی عنه و لفظها فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقوله قلنا سلام یحتمل انه اراد به استمررنا به علی ما کنا علیه فی حیاته و یحتمل انه اراد عرضنا عن الخطاب و اذا احتمل اللفظ لم یبق فیه دلالة کذا ذکره ابن حجر (۱۱)

ترجمہ: ابن مسعود نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات

بقیہ حاشیہ:

ترجمہ:- امام ترمذی نے فرمایا کہ ابن مسعود کی حدیث دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہے اور وہ تشہد کے سلسلہ میں سب سے اصح حدیث ہے اور اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے، امام شافعی ابن عباس کی حدیث کو لیتے ہیں، جب بزار سے تشہد کی صحیح ترین حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میرے نزدیک وہ حدیث ابن مسعود ہے، یہ بیس سے زائد صحابہ سے مروی ہے، پھر بزار نے ان میں سے اکثر طریقوں کو ذکر کیا ہے، پھر کہا ہے کہ اور مجھے علم نہیں ہے کہ تشہد کے متعلق اس سے زیادہ اثبت واصح کوئی حدیث ہو جس کے رجال اس سے زیادہ مشہور و معروف ہوں۔

(۱۱) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۲/۵۸۱ کتاب الصلوۃ: باب التشہد، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

مبارکہ میں السلام علیك ایھا النبی کہا کرتے تھے، جب حضور کا وصال ہو گیا تو ہم نے کہا السلام علی النبی - یہ روایت ابی عوانہ سے ہے- اس سلسلہ میں بخاری کی روایت اصح ہے اور اس روایت سے ظاہر ہے کہ السلام علی النبی ابن مسعود کا قول نہیں ہے بلکہ راوی نے ایسا سمجھا ہے، اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی قلنا سلام" یہ احتمال رکھتا ہے کہ جیسا سلام آپ کی حیات میں پڑھا کرتے تھے ویسا ہی بعد میں بھی جاری رہا اور یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ ہم نے خطاب سے اعراض کر لیا اور جب لفظ میں احتمال پیدا ہو گیا تو دلالت باقی نہیں رہی، اسی طرح ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے-

تمام ائمہ دین کا عمل نداء اور صیغۂ خطاب پر رہی ہے، لہٰذا اگر جماہیر صحابہ کرام اس کے ترک پر اجماع کر لیتے تو ائمہ مجتہدین اس پر ہرگز عمل نہ کرتے (۱۲)

---

(۱۲) تشہد کے الفاظ اگرچہ مختلف واقع ہوئے ہیں (جیسا کہ مصنف نے تشہد ابن مسعود، تشہد ابن عباس اور تشہد ابن عمر کا ذکر کیا- مگر تمام روایتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بصیغۂ خطاب وندا ہی وارد ہوا ہے- حضور کی ظاہری حیات مبارکہ اور بعد وصال صحابہ کا عمل اسی طرح رہا، اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، سیدہ عائشہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے صحیح روایات موجود ہیں، امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں:

عن عروۃ بن زبیر عن عبد الرحمن بن عبد القاری انه سمع عمر بن الخطاب رضی الله عنه و هو علی المنبر یعلم الناس التشهد یقول: ثم قولوا التحیات لله، الزاکیا ت لله الطیبات لله الصلوات لله، السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله-

مؤطا امام مالک: ج ۱ ص ۹۰ باب التشہد فی الصلوٰۃ، دار احیاء التراث العربی، قاہرہ

ترجمہ:- حضرت عروۃ بن زبیر حضرت عبد الرحمٰن بن عبد القاری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب کو سنا کہ وہ منبر پر لوگوں کو تشہد سکھا رہے ہیں آپ فرما رہے تھے کہ اے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

فائدہ:- یہاں یہ بات ثابت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بصیغۂ

بقیہ حاشیہ:

لوگوں پھر اس طرح کہو: التحیات لله الزاکیات لله الطیبات لله، الصلوات لله السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته-الخ

اس روایت میں واضح ہے کہ حضرت عمر نے اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں کو جو تشہد تعلیم فرمایا، اس میں السلام علی النبی (نبی پر سلام) نہیں ہے بلکہ السلام علیك ایها النبی (اے نبی آپ پر سلام ہو) ہے-

امام مالک نے حضرت عبد اللہ ابن عمر اور حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایات تشہد ذکر کیں ہیں، ان میں بھی سلام بصیغۂ خطاب وندا ہے (مرجع سابق) تشہد میں صیغۂ خطاب پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع رہے-

ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں: "اجماع اهل الاسلام المتيقن على ان المصلى يقول فى صلاته السلام عليك ايها النبى" ترجمہ:- تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ نماز میں نمازی یہ کہے السلام علیك ایها النبی- المحلی: ج ۴/۶۰۷، دار الآفاق الجدیدہ، بیروت

حضرت ابن مسعود کی متذکرہ روایت کے علاوہ کسی صحابی سے کوئی ایسی روایت نہیں ہے، جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ نے تشہد کے الفاظ میں تبدیلی کرلی ہو- حضرت ابن مسعود کی اس روایت کے سلسلہ میں ملا علی قاری کا کلام متن میں مذکور ہے اور ہم نے گزشتہ حاشیہ میں امام ابوالمحاسن کا نقد بھی نقل کیا ہے-

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر "السلام علیك ایها النبی" کہنے سے اس لئے اعراض ہے کہ حضور اب سامنے نہیں، لہٰذا ان کو صیغۂ خطاب سے سلام نہیں کیا جاسکتا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب صحابہ کرام سفر پر جاتے تھے اور مدینہ منورہ سے دور دیگر شہروں میں ہوتے تھے تو تشہد کیسا پڑھتے تھے؟

منکرین کی اس دلیل کی رو سے تو سفر وغیرہ میں (جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود نہ ہوں) صحابۂ کرام کو "السلام علی النبی" کہنا چاہیے تھا مگر اس سلسلہ میں صحیح تو کیا ضعیف روایت بھی پیش نہیں کی جاسکتی- صحابۂ کرام حضور کے سامنے ہوں یا آپ کی غیر موجودگی میں، مدینہ میں ہوں یا مدینہ سے سیکڑوں میل دور ہر حال میں تشہد پڑھتے وقت "السلام علیك ایها النبی"

بقیہ صفحہ اگلے صفحہ پر

خطاب ہی سلام تعلیم فرمایا، اور اسی طرح صحابہ نے اپنے بعد والوں کو، وہاں سے مجتہدین تک اور مجتہدین سے عام مسلمانوں تک اور آج ہم تک اسی طرح یہ تشہد آیا ہے یہ مقام حیرت واستعجاب ہے کہ ایسی صورت میں نداء کی حرمت یا شرک ہونے کا قول ایک ایسے شخص کی زبان پر کیسے آسکتا ہے جو بظاہر شریعت محمدیہ کا صراحتاً انکار بھی نہیں کرتا ہے۔

تشہد کے سلسلہ میں ایک شبہ اور اس کا جواب

مخالفین یہاں پر ایک شبہ پیدا کرتے ہیں کہ یہ الفاظ یعنی السلام علیک ایھا النبی یہ تشہد میں آئے ہیں اور تشہد معراج کی رات اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ہونے تشہد میں حکایت ہے انشاء مصلی مقصود نہیں ہے یعنی نمازی سلام کا قصد وارادہ نہیں کرتا بلکہ وہ صرف ان الفاظ کی نقل وحکایت کرتا ہے جبکہ انشاء قاری شرک ہے۔

یہ شبہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی قبیل سے ہے اور سوء فہم کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ حدیث کا اول وآخر دونوں اس وہم کے صریح مخالف ہیں۔

بقیہ حاشیہ:

ہی کہا کرتے تھے۔ اور یہی تشہد دور دراز کے شہروں میں رہنے والے اہل اسلام کو سکھایا جاتا تھا۔
مصر کے بلند پایہ عالم اور محقق علامہ محمود صبیح فرماتے ہیں:

قد كان الصحابة يقولون و هم فى اسفارهم بعيدين باجسادهم عن رسول الله صلى الله عليه و سلم: السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته و يعلمون ذلك لاصحابهم و هذا نداء بالغيب لبعد المكان

علامہ محمود صبیح :اخطأ ابن تيميه فى حق رسول الله :ص ۳۹۵ ،دار جوامع الکلم ،قاہرہ

ترجمہ:۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اپنے سفر کے دوران جب کہ وہ جسم کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتے تھے تو بھی السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بركاته ہی کہا کرتے تھے، اور ایسا ہی اپنے احباب کو سکھایا کرتے تھے، حالانکہ دور ہونے کی وجہ سے یہ بھی ندا بالغیب ہی ہے۔

پہلا جواب

حدیث کے شروع میں ہے کہ ہم کہا کرتے تھے خدا پر سلام ہو، جبریل پر سلام ہو، میکائیل پر سلام ہو، فلاں پر سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا پر سلام بھیجنے سے منع فرمایا اور اس کی جگہ خود پر سلام بھیجنے کا حکم دیا اس لئے معلوم ہوا کہ یہ صرف واقعۂ معراج کی حکایت نہیں ہے۔

جواب دوم

حدیث کے آخری حصہ میں ارشاد فرمایا: فانه اذا قال ذلك اصاب كل عبد لله صالح فی السماء و الارض

ترجمہ:- جو شخص یہ کہے یعنی السلام علینا و علی عباد الله الصالحین تو زمین و آسمان میں جو بھی نیک بندہ ہوگا اس کو یہ پہنچے گا۔

یہاں پر بھی اگر انشاء قاری مقصود نہ ہوتا اور صرف واقعۂ معراج میں وارد الفاظ کی نقل و حکایت مقصود ہوتی تو پھر ہر بندہ کو سلام پہنچنے کا کیا معنی ہوا- درمختار میں لکھا ہے:

و يقصد بالفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الانشاء كانه يحيى الله تعالىٰ و سلم على نبيه و على نفسه و اوليائه لا الاخبار عن ذلك ذكره فی المجتبىٰ (۱۳)

ترجمہ:- تشہد کے معانی قصد و ارادہ کے طور پر مراد ہیں، گویا کہ نماز پڑھنے والا اللہ کی حمد بیان کر رہا ہے اور اپنے نبی پر سلام بھیج رہا ہے اور خود پر اور اولیاء پر سلام بھیج رہا ہے، یہ تشہد کی حکایت نہیں ہے، اس کو مجتبیٰ نے ذکر کیا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

(۱۳) درمختار: علاؤالدین حصکفی، ج ۱ ص ۷۶، ۷۷، امیریہ، قاہرہ ۱۳۰۲ھ

و احضر فی قلبك النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم و شخصه الکریم و قل السلام علیك ایها النّبی و رحمة اللّٰہ و برکاته و لیصدق املك فی انه یبلغهٗ و یرد علیك اوفیٰ منه (۱۴)

ترجمہ:- (اے مصلی) تو اپنے دل میں تصور نبی اور آپ کی مقدس شخصیت کو حاضر کر، پھر السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و برکاته کہہ، یقیناً تیری امید برآئے گی، بایں طور کہ سلام حضور کی بارگاہ میں پہنچے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہتر سلام کے ذریعہ جواب عطا فرمائیں گے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

و جواز الخطاب من خصوصیاته علیه السلام اذ لو قیل لغیره حاضرا او غائبا السلام علیك بطلت صلاته (۱۵)

ترجمہ:- نماز میں صیغۂ خطاب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز و روا ہے اور یہ آپ کے خصائص وفضائل سے ہے حضور کے علاوہ نماز میں کسی سے خطاب خواہ وہ حاضر ہو یا غائب نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

بطور نقل وحکایت تو قرآن کریم میں بے شمار خطاب ونداء ہے، نمازی ان آیات کو نماز میں پڑھتا ہے، پھر حضور کے خصائص میں ہونے کا کیا مطلب؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ جو بات حضور کے خصائص سے ہے، وہ نماز میں آپ کو خطاب کرنا بطریق انشاء ہے اور دراصل منکرین کو اسی بات سے غلط فہمی ہوئی، انہوں نے صرف یہ دیکھا کہ یہ الفاظ قصۂ معراج میں بھی ہیں اور تشہد میں بھی لہٰذا انہوں نے حدیث کے اول وآخر پر غور نہیں کیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ واقعہ معراج کی حکایت ہے۔

---

(۱۴) احیاء علوم الدین: امام غزالی، ج ا رص ۱۷۵

(۱۵) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۲ رص ۵۸۶ کتاب الصلوۃ باب التشہد، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

تیسرا جواب

تشہد میں جو السلام علیك ایها النبی ہے وہ واقعۂ معراج کی حکایت نہیں ہے، بلکہ اس سے خود سلام مقصود ہے، صحیح احادیث میں اس کی ایک اور قوی دلیل موجود ہے، سنن نسائی میں ہے:

عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ قال لقینی کعب بن عجرة فقال الا اهدی لك هدیة سمعتها من النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقلت بلی فاهدها لی فقال سألنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقلنا یا رسول اللّٰه! کیف الصلوٰة علیکم اهل البیت فان اللّٰه تعالیٰ قد علمنا کیف نسلم علیك قال قولوا اللهم صل علی محمد الخ (۱۶)

ترجمہ:- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے کعب بن عجرہ کی ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا: ''کیا میں تمہیں وہ تحفہ نہ دوں جس کو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے''میں نے کہا کیوں نہیں، وہ تحفہ مجھے دو، تو کعب بن عجرہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کس طرح بھیجیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو تعلیم فرمادیا ہے کہ ہم کس طرح آپ پر سلام بھیجیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس طرح کہو: اللهم صل علی محمد یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتب میں موجود ہے (۱۷)

---

(۱۶) سنن نسائی: باب کیف الصلوٰة علی النبی، ج ۳ ص ۴۸، مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

(۱۷) الف:- صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب ان الله وملائکته الخ عن کعب بن عجرة و عن ابی سعید الخدری، حدیث نمبر ۴۷۹۷، ۴۷۹۸

ب:- صحیح مسلم: کتاب الصلوٰة: باب الصلوٰة علی النبی بعد التشهد: عن کعب بن عجرة

ج:- سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰة: باب الصلوٰة علی النبی بعد التشهد: عن کعب بن عجرة

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ:

بتحقیق دانانید ما را کیفیت سلام فرستادن بر تو که در التحیات تعلیم کردی و آن را تعلیم الهی گفتند زیرا که تعلیم آن حضرت تعلیم الٰهی است زیرا که وی نطق نمی کند در احکام مگر بوحی -(۱۸)

ترجمہ:- حضور پر سلام بھیجنے کی کیفیت وطریقہ ہمیں بتادیا گیا اور صحابہ نے جو یہ کہا کہ اللہ نے سلام پڑھنے کا طریقہ ہمیں تعلیم کیا ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمانا درحقیقت تعلیم الٰہی ہے کیونکہ حضور جو کچھ احکام شریعت میں فرماتے ہیں وہ وحی کے ذریعہ فرماتے ہیں۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ:

فان اللّٰہ قد علمنا ای فی التحیات بواسطة لسانك كيف نسلم عليك ای بان نقول السلام عليك ايها النبی الخ كذا قيل و حاصله انّ اللّٰه قد امرنا بالصلوة و السلام عليك و قد علمنا كيف السلام عليك و الاظهر انه عليه السلام امرهم بالصلوة عليه و علىٰ اهل بيته و لما لم يعرفوا كيفيتها سألوه عنها مقرونا بالايماء الى انه مستحق للسلام ايضا الا انه معلوم عندهم بتعليم اياهم بلسانه فارادوا تعليم الصلوة ايضا على لسانه بان ثواب الوارد افضل و اكمل(۱۹)

بقیہ حاشیہ:

د: جامع ترمذی: ابواب الصلوٰة الحاجة والتسبيح : باب ماجاء فی صفةالصلاة على النبی صلى الله عليه وسلم: عن كعب بن عجرة

ہ:- سنن ابن ماجہ: کتاب الصلوۃ: باب الصلاة على النبی: عن كعب بن عجرة

(۱۸) اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ: ج ۱ر ص ۳۶۱ کتاب الصلوۃ: باب الصلوة على النبی صلى الله عليه وسلم وفضلها، مطبع نول کشور ۱۲۹۰ھ

(۱۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ر ص ۴، کتاب الصلوۃ: باب الصلوٰة على النبی صلى الله عليه وسلم و فضلها

ترجمہ:- خدا نے ہمیں تشہد میں آپ کی زبان مبارک کے توسط سے سلام کرنے کی کیفیت تعلیم کی ہے کہ ہم ایسے سلام پڑھیں السلام علیك ایها النبی الخ اوراس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی ذات گرامی پر درود اور سلام دونوں بھیجنے کا حکم فرمایا ہے اور ہمیں سلام کی کیفیت بھی تعلیم کردی ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ حضور نے خود پر اور اپنے اہل بیت پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہوگا- اب چونکہ صحابہ درود بھیجنے کا طریقہ نہیں جانتے تھے لہٰذا انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ درود بھیجنے کا طریقہ کیا ہے اس سوال میں یہ اشارہ بھی ہے کہ آپ سلام کے بھی مستحق ہیں مگر اس کا طریقہ تو حضور کی زبان مبارک سے ان کو معلوم ہوگیا ہے، اب درود کا طریقہ بھی وہ حضور ہی کی زبان سے سیکھنا چاہتے ہیں- اس لئے کہ جو چیز حضور کی زبان مبارک سے وارد ہوگی اس کا ثواب زیادہ افضل واکمل ہوگا-

ملا علی قاری مرقاۃ میں مزید فرماتے ہیں کہ:

قال ابن حجر و فیه روایة للشیخین الا اهدی لك هدیةً ان النبی صلی الله علیه و سلم خرج علینا فقلنا یا رسول الله قد علمنا کیف نسلم علیك فکیف نصلی علیك"

و فی روایة سندها جید لما نزلت هذه الآیة "انّ اللّٰه و ملائکتهٗ یصلون علی النبی یا ایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیماً" جاء رجل الی النبی صلی اللّٰه علیه و سلم فقال یا رسول اللّٰه هذا السلام علیك قد عرفناه فکیف الصلوة علیك قال "قولوا اللهم صل علی محمد"- الحدیث

و فی روایة لمسلم و غیره امرنا اللّٰه ان نصلی علیك فکیف نصلی علیك فسکت علیه السلام حتی تمنینا انه لم یسئل ثم قال قولوا اللهم صَلِّ علی محمدٍ الخ و فی آخره و السلام کما علمتم (۲۰)

ترجمہ:- ابن حجر نے کہا کہ اس سلسلہ میں شیخین سے مروی ہے کہ میں تمہیں

(۲۰) مرجع سابق

ایک تحفہ نہ دوں-(۲۱)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے کہا یا رسول اللہ ہم سلام کی کیفیت تو جانتے ہیں یہ بتائیے کہ درود کس طرح بھیجیں، ایک اور روایت میں آیا ہے جس کی سند جید ہے (۲۲) کہ جب آیت کریمہ انّ اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی الخ نازل ہوئی تو ایک شخص نے آکر عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جان گئے کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟

آپ نے فرمایا کہو: اللھم صل علی محمد الخ

ایک دوسری روایت میں آیا ہے جو صحیح مسلم کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے تو ہم کیسے درود بھیجیں؟ حضور نے تھوڑا سا سکوت فرمایا تو ہمارے دل میں یہ خیال گزرا کاش حضور سے یہ سوال نہیں پوچھا جاتا- پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو: اللھم صل علی محمد الخ اس حدیث کے آخر میں فرمایا کہ رہا سلام تو ویسا ہی جیسا تم نے سیکھ لیا-

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جس سلام کا حکم آیت کریمہ و سلموا تسلیماً میں دیا گیا ہے وہ تو تشہد میں معلوم ہو گیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ تشہد میں السلام علیك ایھا النبی بطور نقل و حکایت نہیں ہے، بلکہ بطور انشاء ہے، مقام حیرت

---

(۲۱) مرجع سابق

(۲۲) وہ روایت یہ ہے: روی الترمذی من طریق یزید بن ابی زیادۃ، عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ قال لما نزلت انّ اللّٰہ و ملائکتہ- الأیۃ، قلنا یا رسول اللّٰہ قد علمنا السلام فکیف الصلوۃ الخ- فتح الباری: ج ۸/۵۳۳، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹-
ترجمہ:- ترمذی نے بطریق یزید بن ابی زیادہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی انہوں نے کعب بن عجرہ سے روایت کی ہے کہ جب آیت کریمہ ان اللہ و ملائکتہ الخ نازل ہوئی تو ہم نے کہا یا رسول اللہ! اللہ نے ہمیں سلام کی تعلیم تو فرما دی، درود کس طرح آپ پر بھیجا جائے-

ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کا حکم کررہا ہے اور حضور کے توسط سے امت کو تعلیم کررہا ہے اور اس میں نداء وخطاب کا صیغہ استعمال فرمارہا ہے اس کے باوجود مخالفین نداء وخطاب کو شرک وحرام قرار دے رہے ہیں، حالانکہ ان کو علم حدیث وسنت جاننے کا دعویٰ بھی ہے۔

صلوٰۃ وسلام کے بعض خصوصی اوقات ومقامات

کتاب الشفاء میں قاضی عیاض ابواسحاق کے حوالے سے فرماتے ہیں:

قال ابو اسحاق بن شعبان و ینبغی لمن دخل المسجد ان یصلی علی النبی صلی الله علیه و علیٰ آله (۲۳)

ترجمہ:- ابواسحاق ابن شعبان نے فرمایا کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو اس کے لئے مناسب ہے کہ پیغمبر خدا پر درود وسلام بھیجے۔

نیز فرماتے ہیں:

و احتج ابن شعبان لما ذکره بحدیث فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه و سلم، ان النبی صلی الله علیه و سلم کان یفعلهٗ اذا دخل المسجد (۲۴)

ترجمہ:- یعنی اس کے لئے ابن شعبان نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے دلیل دی ہے کہ حضور مسجد میں داخل ہوتے وقت ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ قاضی عیاض مزید فرماتے ہیں:

و عن علقمة اذا دخلت المسجد اقول السلام علیك ایها النبی و

---

(۲۳) شفا: ج ۲ ص ۴۴، فصل فی مواطن التی یستحب فیها الصلوة و السلام، مطبوعہ پوربندر، گجرات

(۲۴) شفاء: ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ پوربندر، گجرات

رحمة الله و بر کاته صلی الله و ملائکته علی محمد (۲۵)

ترجمہ:- اور حضرت علقمہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں: السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته صلی الله و ملائکته علی محمد و آله

اور اسی کتاب الشفاء میں مذکور ہے:

عن عائشة و ابن عمر انهما کانا یقولان عند سلامهما السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته السلام علینا و علی عباد الله الصالحین (۲۶)

ترجمہ: - یعنی حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ نماز میں سلام کے وقت کہا کرتے تھے:

السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاتهٗ السلام علینا و علیٰ عباد الله الصالحین

اور شفاء ہی میں مذکور ہے-

استحب اهل العلم ان ینوی الانسان حین سلامه کل عبد صالح فی السماء و الارض من الملائکة و بنی آدم و الجن (۲۷)

ترجمہ:- اہل علم نے اس بات کو مستحب کہا ہے کہ نماز میں سلام پھیرتے وقت سلام پھیرنے والا بنی آدم، ملائکہ اور اجنہ میں سے تمام عباد صالحین کی نیت کر لے-

حدیث پاک لاتجعلوا قبری عیدا کی تشریح

عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه

(۲۵) مرجع سابق

(۲۶) مرجع سابق

(۲۷) مرجع سابق

وسلم يقول لا تجعلوا بيوتكم قبورا و لاتجعلوا قبری عيدا صلوا علیّ فان صلوتكم تبلغنی حيث كنتم (۲۸)

ترجمہ:-حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو نمائش گاہ مت بناؤ اور میرے اوپر درود بھیجو کیونکہ تمہارے درود مجھے پہنچا دیے جاتے ہیں تم جہاں بھی ہو۔

قاضی عیاض نے فرمایا:

ان النفوس الذكية القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت و اتصلت با لملاء الأعلی و لم يسبق لها حجاب فتری الكل كالمشاهدة بنفسها او باخبار الملك و فيه سر يطلع عليه من يسرله ذلك

ترجمہ:-نفوس ذکیہ قدسیہ جب علائق بدنیہ سے جدا ہوتے ہیں تو وہ عروج کرتے ہیں اور ملاءاعلیٰ سے متصل ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ تو وہ ہر چیز کو دیکھتے ہیں، اپنے مشاہدے کے ذریعہ یا پھر فرشتے کے بتانے سے اور اس میں ایسا راز ہے جس پر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو یہ میسر ہو۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای لا تتكلفوا المعاودة الی قبری فقد استغنيتم عنها بالصلوة علی حيث كنتم فيكون نهيه عليه السلام لدفع المشقة عن امته رحمة عليهم رواه النسائی قال ميرك و رواه ابو داؤد ايضا كما يفهم من كلام النووی

---

(۲۸) الف: سنن ابوداؤد: باب زیارۃ القبور: حدیث الباب

ب: مصنف عبد الرزاق: ج ۲ ص ۲۱۴، عن الحسن بن علی: باب التطوع فی البیت، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۳ھ

ج: مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۱۷، مکتبۃ الرشید، ریاض ۱۴۰۹ھ

د: سنن نسائی: ج ۲ ص ۱۵۰، مکتبۃ المطبوعات، حلب، شام ۱۹۸۶ء

فی الاذکار قال ابن حجر و رواح احمد فی مسندہ و ابوداؤد و صححہٗ النووی، کمافی الاذکار و فی ھذاالباب احادیث کثیرۃ (۲۹)

حضور علیہ السلام نے لا تجعلو قبری عید امیں جو، نہی فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میری قبر پر بار بار آنے کی تکالیف نہ اٹھاؤ کیونکہ درود اس سے بے نیاز کر دیتا ہے، کہ جس جگہ سے بھی پڑھو گے مجھ تک پہنچ جائے گا۔ یہ حضور نے اپنی امت سے مشقت دفع کرنے کے لئے فرمایا۔ اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے، میرک نے فرمایا کہ اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ اذکار میں امام نووی کے کلام سے سمجھ میں آ رہا ہے، ابن حجر نے کہا کہ اسے احمد نے اپنی مسند میں اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے نیز امام نووی نے اذکار میں اس کی تصحیح کی ہے اور اس باب میں بکثرت احادیث موجود ہیں۔

اور اہل اسلام کے گھروں میں داخل ہوتے وقت حضور پر سلام بھیجنا ائمہ کرام سے ماثور ہے، ملا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

فان روحہ علیہ السلام حاضراً فی بیوت اھل الاسلام (۳۰)

ترجمہ:۔ یعنی حضور علیہ السلام کی روح مقدس اہل اسلام کے گھروں میں حاضر ہے۔

دعا میں حضور ﷺ کا وسیلہ

حصن حصین میں مروی ہے کہ:

من کانت لہ ضرورۃ فلیتوضأ و لیحسن وضوءہ و لیصل رکعتین ثم یدعوا بھذ الدعاء اللھم انی اسئلك و اتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بك الی ربی فی حاجتی ھذہٖ لتقضی لی

(۲۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ ص ۱۱، کتاب الصلوۃ: باب الصلوۃ علی النبی و فضلھا، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

(۳۰) شرح شفاء: ملا علی قاری، ج ا ص، مطبوعہ بولاق، مصر

اللھم فشفعه فیّ (۳۱)

ترجمہ:- جس کو کوئی حاجت ہو وہ اچھے طریقہ پر وضو کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے پھر یہ دعا پڑھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری جانب تیرے نبی محمد مصطفیٰ نبی رحمت کے واسطے سے متوجہ ہوتا ہوں اے محمد مصطفیٰ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف اپنی اس ضرورت میں متوجہ ہوا تا کہ میری حاجت پوری ہو

---

(۳۱) الحصن الحصین: المنزل الخامس: من ورد یوم الاثنین، صلوة الحاجة، ص ۱۵۱، مطبع نجم العلوم، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ- الحصن والحصین کے مصنف امام الجزری نے اس دعا کو امام ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مستدرک حاکم کے حوالے سے نقل فرمایا ہے- اس حدیث کی تفصیلی تخریج درج ذیل ہے:

الف: صحیح ابن خزیمہ: باب صلاة الترغیب والترھیب، ج ۲ ر ص ۲۲۵، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

ب: جامع ترمذی: ابواب الدعوات، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ھذا حدیث حسن صحیح غریب، جامع ترمذی: ج ۲ ر ص ۱۹۷، کتب خانہ رشیدیہ، دہلی- ترمذی کے جدید نسخوں میں لفظ ''یا محمد'' موجود نہیں ہے اس کی تحقیق کے لئے راقم کا مقالہ ''تحفظ توحید کے نام پر کتب حدیث میں تحریف'' ملاحظہ فرمائیں، نیز دیکھئے شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی، جلد اول

ج: سنن ابن ماجۃ: باب ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ: قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح

د: مسند احمد بن حنبل: ج ۴ ر ص ۱۳۸: مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

ہ: امام حاکم نے اس کو مستدرک میں دو مقامات پر ذکر کیا ہے: ۱- مستدرک: من کتاب صلاۃ التطوع: اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاہ (یہ حدیث امام بخاری، اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے ان دونوں نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے) مستدرک ج ۱ ر ص ۴۵۸

۲- مستدرک: کتاب الدعاء والتکبیر والتھلیل والتسبیح والذکر، امام حاکم فرماتے ہیں: ھذا حدیث صحیح الاسناد، مستدرک: ج ۱ ر ص ۷۰۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۰ء

و: امام نسائی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیۃ میں اس کو نقل کیا ہے: دیکھئے عمل الیوم واللیۃ، ص ۴۱۷

ز: امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اس کو درج کیا ہے: دیکھئے دلائل النبوۃ للبیھقی: ج ۶ ر ص ۱۶۶

جائے اے اللہ! تو اپنے حبیب کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے بعض منکرین ومخالفین نے دعویٰ کیا کہ یہ دعا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھنا جائز تھی اب یہ جائز نہیں ہے، بعض اس کو آپ کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص کرتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ جمہور سلف صالحین کے مخالف ہے، جمہور سلف اس میں اختصاص نہیں مانتے بلکہ وہ عموم کے قائل ہیں، اور پھر طبرانی کی ایک روایت سے منکرین ومخالفین کے دعویٰ اختصاص کا شجر جڑ سے کٹ جاتا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں عثمان بن حنیف سے روایت کی ہے:

ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لا يلتفت اليه و لاينظر فى حاجته فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك اليه فقال له عثمان بن حنيف ائت الميضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل: اللهم انى اسئلك و اتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك عز وجل فيقضى لى حاجتى و تذكر حاجتك و رح الىّ اروح معك و انطلق الرجل فصنع ما قاله عثمان ثم اتى باب عثمان فجاء البواب حتى اخذ بيديه فادخلهٗ على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطنفسة فقال ما حاجتك؟ فذكر حاجته فقضاها له ثم قال له ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه الساعة و قال ما كانت لك من حاجة فأتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيراً (۳۲)

(۳۲) طبرانی نے اصل مرفوع کے ساتھ یہ موقوف حدیث بھی روایت کی ہے: دیکھئے المعجم الکبیر: ج۹ رص ۳۰-امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں بھی اس کو روایت کیا ہے۔اس کی سند یہ ہے:

حدثنا طاهر بن عيسىٰ بن قيرس المصرى التميمى حدثنا اصبغ بن الفرج حدثنا عبد الله بن وهب عن شبيب بن سعيد المكى عن روح بن القاسم عن ابى جعفر الخطمى

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- ایک شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی حاجت

بقیہ حاشیہ:

المدنی عن ابی أمامۃ بن سھل بن حنیف عن عمہ عثمان بن حنیف- الحدیث-
المعجم الصغیر: ج ۱/ص ۳۰۶، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۵ء

اس سند کی وضاحت کرتے ہوئے امام طبرانی فرماتے ہیں:

"روح بن قاسم سے اس کو صرف شبیب بن سعید نے روایت کیا ہے، اور شبیب بن سعید یہ ابوسعید مکی ہیں، اور وہ ثقہ ہیں- آگے فرماتے ہیں: "اس حدیث کو ابوجعفر الخطمی سے شعبہ نے بھی روایت کیا ہے، ان کا نام عمیر ابن یزید ہے اور وہ ثقہ ہیں، شعبہ سے روایت کرنے میں عثمان بن عمر بن فارس منفرد ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے"- مرجع سابق

المعجم الصغیر: ج ۱/ص ۳۰۶ المکتب الاسلامی: بیروت ۱۹۸۵ء امام طبرانی کی اس تصحیح کے بعد حدیث کی صحت میں شبہ نہیں ہونا چاہیے- لیکن اس پر ایک شبہ یہ وارد کیا جاتا ہے کہ امام طبرانی نے صرف حدیث مرفوع کی تصحیح کی ہے، زیادتی موقوفہ کی تصحیح نہیں کی ہے-

اس شبہ کے جواب میں علامہ محمود سعید ممدوح فرماتے ہیں کہ: "اس حدیث موقوف کے راوی شبیب بن سعید الحبطی ہیں اور طبرانی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور کسی راوی کی توثیق اس راوی کی حدیث کی تصحیح ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مجمع الزوائد میں امام الہیثمی نے اس حدیث کو نقل کر کے طبرانی کی تصحیح کا ذکر کیا ہے اور خود سے اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا ہے"- رفع المنارۃ: از علامہ محمود سعید ممدوح: ص ۲۶، دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

اس روایت کی سند پر دو اعتراض اور کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسیٰ مجہول ہیں اور دوسرا اعتراض یہ کہ شبیب بن سعید اس روایت موقوفہ میں منفرد ہیں اور وہ ضعیف الحفظ تھے-

ان دونوں اعتراضات کو دفع کرتے ہوئے علامہ محمود سعید ممدوح نے فرمایا کہ: طبرانی کے شیخ طاہر بن عیسیٰ کو مجہول قرار دینے سے حدیث پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، کیونکہ روح بن قاسم سے روایت کرنے میں شبیب بن سعید منفرد ہیں مگر شبیب سے اس حدیث کو تین لوگوں نے روایت کیا ہے اور پھر ان حضرات سے دیگر تین لوگوں نے روایت کیا ہے لہٰذا اس میں طاہر بن عیسیٰ کو کوئی دخل نہیں، دوسری بات یہ کہ طبرانی نے حدیث کی تصحیح کی ہے، اور کسی حدیث کی تصحیح کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے سلسلہ میں آتا جاتا تھا اور عثمان بن عفان اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے نہ اس کی حاجت میں نظر فرماتے، اس آدمی نے عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور آپ سے شکایت کی۔عثمان بن حنیف نے اس شخص سے کہا: وضو کا برتن لا، پھر وضو کر، پھر مسجد میں آکر دو رکعت نماز ادا کر، اس کے بعد یہ دعا پڑھ: اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں یا رسول اللہ میں آپ کے توسل سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تا کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے، پھر اپنی حاجت کا ذکر کر، اور میرے پاس آتا کہ میں تیرے ساتھ چلوں وہ آدمی گیا اور جیسا عثمان بن حنیف نے بتایا تھا ویسا ہی کیا پھر وہ عثمان بن عفان کے دولت سرا پر حاضر ہوا، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر عثمان بن عفان کی بارگاہ میں لے گیا امیر المؤمنین عثمان غنی نے اسے اپنے پہلو میں بٹھایا پھر کہا تیری کیا ضرورت ہے؟ اس نے اپنی ضرورت کا ذکر کیا، امیر المؤمنین نے اس کی ضرورت کو پورا فرما کر کہا اب تک تو نے اپنی حاجت کا ذکر نہیں کیا یہاں تک کہ اتنا زمانہ ہو گیا، پھر کہا تمہیں جو بھی حاجت درپیش ہو ہمارے پاس آؤ وہ شخص وہاں سے نکلا اور عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حافظ ابن حجر الہیتمی الجوہر المنظم میں ارشاد فرماتے ہیں:

بقیہ حاشیہ:

تصحیح کرنے والا اس روایت کے رجال کی توثیق کر رہا ہے، جب طبرانی حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ طاہر بن عیسیٰ کو ثقہ سمجھتے ہیں لہٰذا ان کو مجہول کہنے سے روایت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا''۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ: شبیب بن سعید الحبطی کو علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی، دارقطنی، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا ان کو ضعیف الحفظ قرار دینے کا کوئی معنی نہیں ہے''۔اس اسناد کی مزید تحقیق کے لئے دیکھئے رفع المنارۃ: علامہ محمود سعید ممدوح، ۱۲۲ تا ص ۱۴۶، دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

و هذا المعنى حاصل فى حياته و بعد موته و من ثم استعمل السلف هذا الدعاء فى حاجاتهم بعد موته صلى الله عليه وسلم (۳۳)

ترجمہ:- یہ معنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور وفات کے بعد دونوں حالتوں میں حاصل ہے اسی وجہ سے سلف صالحین نے اس دعا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنی حاجات میں استعمال فرمایا ہے۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کے عہد سے لے کر آج تک اس حدیث پر عمل جاری ہے لہٰذا پوری امت مرحومہ کو کافر و مشرک بنانے کے لئے اس دعا کا جواز حضور کی موجودگی کے ساتھ خاص کرنا یہ صرف عوام کو بہکانے اور اپنے بازار کو رونق دینے کے لئے کیا گیا ہے، حقیقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔

مدد کے لئے اللہ کے بندوں کو پکارنا

حدیث پاک میں آیا ہے:

اذا انفلت دابة احدكم فليناد اعينونى يا عباد الله رحمكم الله ان اراد عونا فليقل يا عباد الله اعينونى ثلاثاً و قد جُرِّبَ ذلك (۳۴)

ترجمہ:- جب تم میں سے کسی کا چوپایہ چھوٹ کر بھاگ جائے تو وہ اس طرح پکارے: اعينونى يا عباد الله رحمكم الله (اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے) اور جب کوئی مدد چاہے تو کہے يا عباد الله اعينونى تین بار اور یہ عمل آزمایا ہوا ہے۔

مخالفین نے اس حدیث پر دو طرح اعتراض کیا ہے، ایک تو یہ کہ صاحب حصن

---

(۳۳) الجوہر المنظم: ص ۱۵، دار جوامع الکلم، قاہرہ ۱۹۹۲ء

(۳۴) الحصن والحصین: المنزل الرابع : مایقال اذا انفلت الحیوان، ص ۱۲۷، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

حصین نے اس پر موقوف کی علامت لگائی ہے، لہٰذا یہ موقوف ہے- دوسرا اعتراض معنی کے اعتبار سے کیا ہے وہ یہ ہے کہ عباد اللہ سے زندہ اور موجود لوگ مراد ہیں اور حضور کے فرمانے کا مقصود یہ ہے کہ اگر لوگوں کا نام جانتا ہو تو ان کا نام لے کر پکارے اور اگر نہیں جانتا تو اس طرح ندا دے ''اے اللہ کے بندو'' یہ دونوں اعتراض قلت علم کی بنیاد پر ہیں-

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ رحمکم اللہ موقوف ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ میں موقوفاً مروی ہے اور حدیث کے باقی الفاظ ''اذا انفلت دابة الخ'' موقوف نہیں ہیں بلکہ مرفوع ہیں، صاحب حصن حصین نے لفظ رحمکم الله سے پہلے ''ز'' کی علامت لگائی ہے، جس سے ''بزار'' مراد ہے، اور رحمکم الله کے بعد ''مو'' کی علامت ہے جو موقوف کی طرف اشارہ کرتی ہے پھر ''مص'' کی علامت ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف اشارہ کرتی ہے، یہ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ حدیث کے صرف یہ الفاظ ''رحمکم الله'' موقوف ہیں اور باقی حدیث مسند بزار میں مرفوعاً مروی ہے-(۳۵)

اور پھر اس کے بعد طبرانی کی روایت ہے جو مرفوع ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ جرح محض جہالت اور تعصب کی بنیاد پر کی گئی ہے-(۳۶)

---

(۳۵) صاحب الحصن والحصین نے لفظ ''رحمکم اللہ'' پر ''مومص'' کی علامت لگائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ زیادتی موقوفاً مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے، مگر مصنف کا جو نسخہ ہمارے پیش نظر ہے اس میں یہ زیادتی نہیں ہے-

ہاں البتہ بیہقی نے شعب الایمان میں جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ زیادتی موجود ہے- شعب الایمان کی مذکورہ روایت حضرت ابن عباس سے موقوفاً مروی ہے، دیکھئے شعب الایمان: للبیہقی: ج ۶ ر ص ۱۲۸

(۳۶) اس روایت کو مختلف ائمہ حدیث نے موقوفاً اور مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی اسناد پر اگر چہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور دوسرا اعتراض جو حدیث کے معنی پر کیا گیا ہے وہ بھی بے حقیقت ہے حدیث

بقیہ حاشیہ:
کلام ہے مگر اس کے مختلف طرق ایک دوسرے کو تقویت دے رہے ہیں۔
پہلی روایت:۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس کو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا ہے:
عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انفلتت دابة احدكم بأرض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا على فان لله فى الارض حاضراً سيحبسه عليكم -المعجم الكبير: ج ۱۰ ص ۲۱۷، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء
اس روایت کو مندرجہ ذیل محدثین نے نقل کیا ہے:
(الف) امام ابو یعلی نے مسند میں دیکھئے: اس روایت کو مندجہ ذیل محدثین نقل کیا ہے۔ مسند ابی یعلی: ج ۹ ص ۱۷۷، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء
(ب) امام ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں۔ دیکھئے ص ۱۶۲
(ج) امام نووی نے ابن السنی کے حوالے سے اپنی کتاب "الاذکار" میں۔ دیکھئے الاذکار: ص ۱۳۲، المطبعة الوهبية، قاهره ۱۲۹۳ھ
دوسری روایت: امام ابوبکر ابن ابی شیبہ اپنی کتاب "مصنف" میں حضرت ابان بن صالح سے مرسلاً روایت کرتے ہیں: عن ابان بن صالح ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا انفرت دابة أحدكم أو بعيرة بفلاة من الارض لايرىٰ بها احداً فليقل: اعينونى عباد الله فانه سعيان - مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶ ص ۱۰۳، مکتبۃ الرشید، الریاض ۱۴۰۹ھ
تیسری روایت: امام البزار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے:
عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله ملائكة فى الأرض سوى الحفظة يكتبون مايسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احدكم عرجة بارض فلاة فليناد اعينوا عباد الله-
اس روایت کے بارے میں امام الہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا ہے: "رواه البزار ورجاله ثقات" اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔
مجمع الزوائد: الہیثمی: ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الریان للتراث، قاہرہ ۱۴۰۷ھ
حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار میں اس روایت کے بارے میں فرمایا:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کا آخری حصہ اس معنی پر دلالت نہیں کرتا ہے جو مخالفین بیان کر رہے ہیں۔
ملا علی قاری نے حصن حصین کی شرح میں لکھا ہے کہ عباد اللہ سے مراد یا تو ملائکہ

بقیہ حاشیہ:

"حسن الاسناد غریب جداً"

امام البیہقی نے بھی اس روایت کو شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت کیا ہے۔
دیکھئے: شعب الایمان: ج ٦ ر ص ١٢٨ و ج ١ ر ص ١٨٣

یہ روایت مختلف طرق سے ان ائمہ نے اپنی کتب میں نقل کی ہے، ان طریقوں میں بعض ضعیف ہیں بعض حسن ہیں، من جملہ یہ حدیث مقبول کے درجہ کو پہنچ رہی ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس پر جلیل القدر ائمہٴ حدیث نے عمل کیا ہے۔ کسی ضعیف روایت پر ائمہ کا عمل خود ایک قوی سبب ہے جس کی بنیاد پر حدیث کبھی کبھی حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ جن جلیل القدر ائمہ نے اس حدیث پر عمل کیا ہے، ان میں امام احمد بن حنبل، امام طبرانی اور امام نووی شامل ہیں۔

الف: امام بیہقی شعب الایمان میں اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ:
امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے امام عبداللہ بن احمد نے فرمایا کہ اپنے والد احمد بن حنبل کو میں نے کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ حج کیے جس میں سے دو سوار ہو کر کیے اور تین پیدل کیے یا تین سوار ہو کر اور دو پیدل، ایک حج کے موقعہ پر میں راستہ بھول گیا میں اس وقت پیدل تھا، میں نے کہنا شروع کیا "یا عباد الله دلونا علی الطریق" اے اللہ کے بندوں ہماری رہنمائی کرو، میں یہ کہتا رہا یہاں تک میں صحیح راستہ پر آ گیا۔ ترجمہ:۔ ملخصاً: شعب الایمان: البیہقی، ج ٦ ر ص ١٢٨

ب: امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:
"وقد جرب ذلک" (یہ مجرب ہے) المعجم الکبیر: ج ١٠ ر ص ٢١٧، مکتبۃ العلوم والحکم: الموصل ١٩٨٣ء

ج: امام نووی نے اذکار میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ "علم میں بڑا مرتبہ رکھنے والے ہمارے بعض مشائخ نے حکایت کی کہ ایک مرتبہ ان کا چوپایہ کہیں چھوٹ کر بھاگ گیا، ان کو یہ حدیث یاد تھی، انہوں نے یہی کہا، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس چوپائے کو روک دیا۔ خود میں (یعنی امام نووی) ایک مرتبہ قافلہ میں تھا، ہمارا چوپایہ بھاگ گیا، اس کو روکنے میں ہم ناکام ہو گئے، تو میں نے یہی کہا (اعینونی یا عباد الله) یہ کہتے ہی وہ چوپایہ رک گیا۔

الاذکار: امام النووی: ص ١٣٢، المطبعة الوهبية، قاہرہ ١٢٩٣ھ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہیں یا مسلمان جنات ہیں یا رجال غیب ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔(۳۷)

امام طبرانی نے معجم میں زید بن علی سے انہوں نے عقبہ بن غزوان سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ضل احدكم شئياً او اراد احدكم عونا و هو بارض ليس بها انيس فليقل يا عباد الله اغيثونى، يا عباد الله اغيثونى يا عباد الله اغيثونى فان لله عباد لانرئ هم۔(۳۸)

ترجمہ:- جب کوئی چیز گم ہو جائے یا کوئی شخص کسی ایسی جگہ جہاں کوئی مونس نہ ہو اپنی مدد چاہے تو کہے- اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو- اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھتے ہیں-

اس حدیث کو نقل کر کے امام طبرانی لکھتے ہیں: و قد جُرِّب ذلك (یہ عمل مجرب ہے)

ملا علی قاری حرز ثمین میں فرماتے ہیں کہ بعض علمائے ثقات نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے-(۳۹)

دوسرا اعتراض اس غلط فہمی کی بنیاد پر ہے کہ حدیث کے لفظ "وهو بارض ليس بها

بقیہ حاشیہ:

اس حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں ہم نے علامہ محمود سعید ممدوح کی کتاب ''رفع المنارۃ'' سے استفادہ کیا ہے- دیکھئے: رفع المنارۃ از ص ۲۲۵ تا ۲۳۰، علامہ محمود سعید ممدوح: دارالامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

(۳۷) الحرز الثمین: ملا علی قاری: علی ہامش الحصن الحصین: ص ۱۲۷، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

(۳۸) المعجم الکبیر: ج ۱۷ ص ۱۱۷، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

(۳۹) الحرز الثمین شرح الحصن الحصین: ملا علی قاری، ص ۱۲۷ (علی ھامش الحصن) مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

انیس" سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں اور لوگ تو موجود ہوں مگر اس کے جان پہچان کے لوگ موجود نہ ہوں لہٰذا وہ اجنبی لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ان سے مدد طلب کر سکتا ہے مگر حدیث کے آخری الفاظ اس معنی کے مراد ہونے کے متحمل نہیں ہیں۔ (۴۰)

اور مخالفین نے یہ جو معنی گڑھا ہے وہ حضرت خیر الانام کے کلام بلاغت نظام کے بھی مخالف ہے اور ایسی جگہ ہونا جہاں کوئی نہیں ہو اس سے حالت اضطرار مراد ہے کیونکہ اس قسم کے موقعہ پر لوگ ایک سے زیادہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور ﷺ ہر امتی کے سلام کا جواب دیتے ہیں

عن ابی هريرة ما من احد يسلم عليّ الا رد الله روحي حتى ارد عليه السلام (۴۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس

---

(۴۰) روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں "فان لله عبادا لا نراهم" (اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے) یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حدیث میں جن لوگوں کو پکارنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ پکارنے والے کو نظر نہیں آ رہے ہیں۔ لہٰذا اگر یہاں عباد اللہ سے مراد ایسے لوگ لئے جائیں جو پکارنے والے کے جان پہچان کے نہ ہوں بلکہ اجنبی لوگ ہوں تو پھر حدیث کے یہ آخری الفاظ بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ ان آخری الفاظ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ جن اللہ کے بندوں کو مدد کے لئے پکارا جا رہا ہے وہ ظاہری طور پر پکارنے والے کے سامنے نہیں ہیں۔

(۴۱) الف: سنن ابی داؤد: باب زیارۃ القبور: ج ۲، ص ۲۱۸، دار الفکر، بیروت

ب: السنن الکبریٰ: البیہقی: ج ۵ ر ص ۲۴۵، باب زيارة قبر النبی، دار الباز، مکہ مکرمہ ۱۹۹۴ء

ج: مسند احمد ابن حنبل: ج ۲ ر ص ۵۲۷، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

د: المعجم الاوسط: ج ۳ ر ص ۲۶۲، دار الحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

ہ: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: رواته ثقات (یعنی اس کے راوی ثقہ ہیں) فتح الباری: ج ۷ ر ص ۴۸۸، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۸۹ھ

کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے:

قال ابن حجر رواه الطبرانی و ابن عساکر و سند ہ حسن بل صححه النووی فی الاذکار و غیرہ و فی روایة تقیید السلام بکونه عند قبرہ لکن قال بعض الفاظ لم اقف علی ھذہ الزیادۃ فیما رائیتہٗ من طرق الحدیث۔(۴۲)

ترجمہ:-ابن حجر نے فرمایا کہ اس حدیث کو طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے بلکہ امام نووی نے اذکار میں اس کی تصحیح کی ہے، اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس سلام کرے لیکن بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ الفاظ کی اس زیادتی پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

مرقاۃ میں ملا علی قاری ابن حجر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حدیث پاک میں ''روحی'' سے نطقی مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ مجھے قوت گویائی عطا فرما دیتا ہے۔

ارد علیه السلام۔(۴۳) یعنی میں کہوں گا وعلیک السلام۔

قاضی عیاض نے کہا شاید حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح مطہر کو سلام کرنے والے کی طرف متوجہ کر دیتا ہے تاکہ آپ علیہ السلام اس کے سلام کا جواب عنایت فرمائیں۔

اور دنیا میں بھی آپ علیہ السلام کا یہی معاملہ تھا اللہ تعالیٰ وحی سے جو کچھ آپ کی طرف بھیجتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی امت تک پہنچاتے تھے، اس لئے کہ آپ رحمت ہیں دنیا میں برزخ میں اور آخرت میں اپنی امت کے لئے۔

(۴۲) مرقاۃ: ج ۳ رص ۱۰، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

(۴۳) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج ۳ رص ۹ کتاب الصلوۃ: باب الصلوٰۃ علی النبی و فضلها، مطبع فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

ابن مالک نے فرمایا"رد روح"یعنی روح کی واپسی کنایہ ہے علم سے یعنی اللہ آپ کو علم عطا فرماتا ہے کہ فلاں شخص نے آپ پر سلام بھیجا ہے، آپ اس کا جواب دیں۔(۴۴)

اور امام سیوطی نے اس موضوع پر خاص ایک رسالہ لکھا ہے اور اس حدیث کے معنی پر جتنے اعتراض وارد ہوتے ہیں، اس کا جواب دیا ہے۔(۴۵)

حضرت شیخ عبدالحق نے ترجمہ مشکوۃ لکھا ہے:

"مراد بعود روح نه عود او است بعد از مفارقت بلکه افاقت توجه اوست بایں عالم و سماع صلوۃ و سلام است و آن حضرت مشغول است در برزخ با حوال ملکوت و مستغرق ست در مشاهده رب العزت چنانکه در دنیا در حالت وحی بود پس تعبیر کرده شده ازا فاقت وی از آن مشاهد و استغراق برد روح چنانکه در حدیث معراج واقع شده که فاستیقظت وانا باالمسجد الحرام پس بیدار شدم و حال آنکه من در مسجد حرام و معراج در خواب نبود برمذهب حق پس مراد افاقت و

---

(۴۴) مرجع سابق

(۴۵) امام جلال الدین سیوطی کے مذکورہ رسالے کا نام"انتباہ الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء" ہے اس میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

ایک سوال پیدا ہوا کہ یہ بات مشہور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مجھے سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹاتا ہے پھر میں اس کے سوال کا جواب دیتا ہوں، اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات حضور کی روح آپ کے جسم سے جدا ہوتی ہے تو ان دونوں حدیثوں کے درمیان تطبیق کیسے ہوگی۔انتباہ الاذکیاء ص ۲، مطبعہ محمدی، لاہور

اس کے بعد امام سیوطی نے بارہ وجوہ سے اس سوال کا جواب دیا ہے اور رد روح کے مختلف معانی بیان کئے ہیں، ان میں بعض وہی ہیں جو شفاء اور شرح مشکوۃ کے حوالے سے یہاں مذکور ہوئے۔

برآمدن از مشاهدہ آن عالم"۔ (۴۶)

ترجمہ:- ردروح کا یہ مطلب نہیں کہ روح جسم میں لوٹ کر آتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح اس عالم کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور صلاۃ وسلام کو سنتی ہے اس لئے کہ برزخ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احوال ملکوت کے معائنہ میں مشغول ہیں۔

اور رب العزت کی تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں جیسا کہ دنیا میں وحی نازل ہوتے وقت آپ کی کیفیت تھی [وحی کے استغراق سے جب آپ دنیا کی طرف متوجہ ہوا کرتے تھے تو اس کیفیت کو "افاقہ" سے تعبیر کیا گیا ہے، اسی طرح یہاں اس مشاہدہ واستغراق سے افاقہ کو رَدِّ روح سے تعبیر کیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث معراج میں آیا ہے: استیقظت وانا بمسجد الحرام۔ یعنی میں اس حال میں بیدار ہوا کہ میں مسجد حرام میں تھا، ظاہر ہے کہ مذہب حق پر معراج خواب میں نہیں ہوتی تھی، لہٰذا بیدار ہونے سے یہاں اس عالم کے مشاہدہ سے افاقہ مراد ہے۔

حضور ﷺ قبر میں اپنی امت کے احوال سے واقف ہیں

مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وموت میں کوئی فرق نہیں ہے اپنی امت کے مشاہدہ اوران کے احوال کی معرفت وغیرہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ سلم پر ظاہر ہے کچھ بھی مخفی نہیں اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ تو اللہ کی خاص صفت ہے، بندوں کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جو بھی عالم برزخ کی طرف مومنین میں سے انتقال کرتا ہے، وہ زندوں کے احوال سے واقف ہوتا ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ اپنے محل میں صاف لکھا ہوا ہے۔

ابن مبارک نے سعید بن میسب سے روایت کی ہے:

---

(۴۶) اشعۃ اللمعات: ج ۱ ص ۶۲ ۳، کتاب الصلوۃ: باب الصلوۃ علی النبی وفضلھا: مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

لیس یوم الا یعرض علی النبی صلی الله علیه و سلم اعمال امته غدوة و عشیة فیعرف بسیماهم و اعمالهم فلذلك یشهدلهم

ترجمہ:- ہردن صبح وشام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو ان کے اعمال اور نشانیوں سے آپ انہیں پہچان لیں گے اسی کے سبب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر گواہی دیں گے-

ابن سعد نے طبقات میں اس کو روایت کیا ہے، شارح کہتے ہیں اس کے رجال ثقات ہیں- نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون و یحدث لکم فاذا انامتّ کانت وفاتی خیراً لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت الله تعالیٰ و ان رایت شرا استغفرت لکم (۴۷)

---

(۴۷) اس حدیث کوامام بزار نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت کیا ہے- دیکھئے: مسند البزار: ج۵رص ۳۰۸، مؤسسة علوم القرآن، بیروت ۱۴۰۹ھ، امام بزار کی سند مندرجہ ذیل ہے:

حدثنا یوسف بن موسیٰ حدثنا عبد المجید بن عبد العزیز بن أبی رواد عن سفیان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه و سلم

حافظ زین الدین عراقی نے "طرح التثریب" میں فرمایا "اسناده جید" (اس کی سند عمدہ ہے) دیکھئے: "طرح التثریب فی شرح التقریب، ج۳رص ۲۹۷، دارالکتب العلمیة، بیروت ۲۰۰۰ء

امام سیوطی نے الخصائص الکبریٰ میں اسی معنی کی دوسری حدیث نقل کر کے فرمایا: "واخرج البزار بسند صحیح من حدیث ابن مسعود مثله" (بزار نے ایسی ہی روایت صحیح سند سے حضرت ابن مسعود سے کی ہے

الخصائص الکبریٰ، ج۲رص ۲۸۱، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد ۱۳۲۰ھ

اس کے علاوہ تخریج شفاء میں بھی امام سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے-

اس کی سند میں ایک راوی عبدالمجید بن عبدالعزیز بن رواد ہیں، ان پر بعض حضرات نے کلام کیا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم دین کی باتیں پوچھتے ہو اور اس کا جواب دیا جاتا ہے اور جب میرا وصال ہوگا وہ بھی تمہارے لئے بہتر ہوگا تمہارے اعمال میرے اوپر پیش کئے جائیں گے اور وہ بہتر ہونگے تو میں اللہ کی حمد بیان کروں گا اور اگر وہ برے ہونگے تو تمہارے لئے استغفار کروں گا-

مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے:

ولاشك ان حياة الانبياء عليهم الصلوة والسلام ثابتة معلومة مستمرة نبينا صلى الله عليه وسلم افضلهم و اذا كان كذالك فينبغي ان تكون

بقیہ حاشیہ:

ہے، حالانکہ وہ رجال مسلم میں سے ہیں- ابن معین، احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن شاہین اور خلیلی وغیرہم نے ان کو "ثقہ" قرار دیا ہے-

اس کے علاوہ اس حدیث کے دیگر طرق بھی ہیں، حضرت انس بن مالک سے مرفوعاً، بکر بن عبداللہ المزنی سے مرسلاً اور محمد بن علی بن الحسین سے معضلاً مروی ہے-

بکر بن عبداللہ کی مرسل روایت تین طریقوں سے مروی ہے، جس میں دو طریقے صحیح ہیں، حضرت بکر بن عبداللہ المزنی اجلۂ تابعین میں سے ہیں- ان کے دو صحیح طریقوں میں سے ایک کا ذکر کے شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید، ان کے پرزور حامی اور ان کا دفاع کرنے والے ابن عبد الہادی لکھتے ہیں: وهٰذا اسناد صحيح الى بكر المزني (بکر مزنی تک یہ اسناد صحیح ہے)-

الصارم المنكى: ص ۲۱۷، المطبعة العامرہ الخیریة، مصر ۱۳۱۹ھ

محدث مغرب علامہ عبداللہ بن الصدیق الغماری نے اس حدیث کے سلسلہ میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے، جس میں اس کے تمام طرق پر تحقیقی گفتگو کرتے ہوئے اس کو صحیح ثابت کیا ہے، ان کے رسالہ کا نام "نهاية الآمال فى شرح و تصحيح حديث عرض الاعمال" ہے-

حسب عادت شیخ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو بھی اپنی خود ساختہ جرحوں اور علتوں سے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، علامہ محمود سعید ممدوح نے ان تمام اعتراضات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے اس حدیث کی صحت کو ثابت کیا ہے- دیکھئے: رفع المنارة فى تخريج احاديث التوسل و الزيارة، از ص ۱۵۶ تا ص ۱۶۹ دار الامام الترمذی، قاہرہ ۱۹۹۷ء

مندرجہ بالا تخریج کے لئے ہم نے اسی کتاب سے استفادہ کیا ہے-

حیاته صلی الله علیه وسلم اکمل و اتم من حیاة سائرهم فان قال سقیم الطبع ردی الفهم لو کانت حیاته صلی الله علیه وسلم مستمرة ثابتة لما کان لرد روحه معنی کما قال رد الله علیّ روحی- یجاب علی ذلک من وجوه- احدها ان هذا اعلام بثبوت وصف الحیاة دائماً لثبوت رد السلام فوصف الحیاة لازم لرد السلام اللازم و اللازم یحب وجوده عند ملزومه او ملزوم ملزومه فوصف الحیاة ثابت دائما لان ملزوم ملزومه دائماً و هذا من نفاثات سحر البیان فی اثبات المقصود و باکمل انواع البلاغة و اجمل فنون الراعة التی هی قطرة من بحار بلاغته العظمی-

و منها ان ذلک عبارة عن اقبال خاص و التفات روحانی یحصل من الحضرة النبویة الی عالم الدنیا و قوالب الاجساد الترابیه و تنزل الی دائرة البشریة حتی یحصل عند ذلک رد السلام و هذا الاقبال یکون عاماً شا ملا حتی لو کان المسلمون فی کل لمحة اکثرمن الف الف لوسعهم ذلک الاقبال النبوی و الالتفات الروحانی و لقد رأیت من ذلک مالا استطیع ان اعبر عنه و لقد احسن من سئل کیف یرد النبی صلی الله علیه وسلم علی من یسلم علیه من مشارق الارض و مغاربها فی آن واحد فأنشد قول ابی الطیب-

کالشمس فی وسط السماء ونورها

یغشی البلادمشارقاً و مغارباً

و لاریب ان حاله صلی الله علیه وسلم فی البرزخ افضل و اکمل من حال الملائکة هذا سیدنا عزرائیل علیه السلام یقبض مائة الف روح فی وقت لایشغله قبض عن قبض و هو مع ذلک مشغول بعبادة الله تعالیٰ-(۴۸)

ترجمہ:- اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ثابت اور مستمر ہے

(۴۸) المواہب اللدنیہ: ج۴رص۵۸۶، ۵۸۷،مطبوعہ پوربندر، گجرات ۲۰۰۱ء

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام انبیاء سے افضل ہیں تو ضروری ہے کہ آپ کی حیات بھی ان سب کے مقابلے میں افضل، اکمل اور اتم ہو، اب اگر کوئی قلیل الفہم اور بیمار ذہنیت کا شخص یہ اعتراض کرے کہ اگر آپ کی حیات مستمر ہوتی تو پھر روح کی واپسی کا کوئی معنی نہیں ہوتا جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح کو واپس کر دیتا ہے۔

اس اعتراض کے کئی جوابات ہیں:

پہلا جواب: روح کی واپسی کی طرف اشارہ کرنا یہ دراصل حیات مستمرہ کے ثبوت کی طرف اشارہ ہے، اس طور پر کہ سلام کا جواب دینا ثابت ہے، اور جواب کے لئے وصف حیات لازم ہے اور لازم کا وجود اس کے ملزوم کے وجود کے لئے ضروری ہے یا اس کے ملزوم کے ملزوم کے لئے ضروری ہے، تو وصف حیات یہ مستمر اور دائمی ہے، کیونکہ اس کے ملزوم کا ملزوم دائمی ہے۔

دوسرا جواب: - یہ ہے کہ رَدِّ روح اقبال خاص اور توجہ روحانی کا نام ہے کہ حضور کو حاصل ہے، عالم اجسام اور قوالب اجساد کی جانب، اور نزول کرنے سے دائرہ بشر کی طرف تا کہ آپ سلام کا جواب دیں اور یہ توجہ اور اقبال عام کو شامل ہے، یہاں تک کہ اگر ایک لمحہ میں کروڑوں مسلمان ایک ساتھ سلام بھیجیں تو بھی التفات روحانی اور اقبال نبوی سب کو وسعت کرے اور اس کو میں نے بتحقیق دیکھا ہے کہ اس کو تعبیر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کسی نے کیا خوب جواب دیا کہ جب اس سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے جواب دیتے ہیں جب کہ لوگ مشارق و مغارب سے سلام بھیجتے ہیں تو اس نے جواب میں ابو طیب کا یہ شعر پڑھا۔

کالشمس فی وسط السماء ونورها

یغشی البلاد مشارقاً و مغارباً

ترجمہ: - گویا حضور وسط آسمان میں ایسے سورج کے مثل ہیں، جس کا نور مشرق و

مغرب کے شہروں کو ڈھانپ لیتا ہے۔

اور اس بات میں بھی شک نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برزخ میں ملائکہ سے بھی اکمل و افضل حالت میں ہیں، یہ عزرائیل علیہ السلام ہیں کہ ایک وقت میں ہزاروں جگہ ہزاروں لوگوں کی ارواح قبض کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی عبادت میں بھی مشغول ہیں۔

بعض ناقص الفہم لوگ کہتے ہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے اور آپ کے خصائص میں سے ہے دوسروں (شہداء و اولیاء) کے حق میں ایسا نہیں ہے یہ فہم خاطی ہے، اس لئے کہ یہ الفاظ دوسروں کے حق میں بھی وارد ہوئے ہیں۔

طبرانی نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے بارے میں فرمایا:

و الذی نفسی بیدہ لا یسلم علیھم احد الا ردّوا الی یوم القیامۃ (۴۹)

ترجمہ:۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی انہیں (شہدائے احد) کو سلام نہیں کرتا ہے مگر وہ جواب دیتے ہیں اور یہ عمل تا قیامت ہوتا رہے گا۔

شرح برزخ میں ہے:

قولہ تعالیٰ یرزقون مخصوص بالشھداء واما الادراکات کالعلم والسمع فلاشك ان ذلك ثابت لھم ولسائر الموتی وعلیہ اھل السنۃ (۵۰)

---

(۴۹) الف: المعجم الاوسط: ج ۴ ص ۹۷، مطبع دار الحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

ب: المعجم الکبیر: عن عبد اللہ بن عمر: ج ۲ ص ۳۶۴: مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

ج: طبقات ابن سعد: ج ۳ ص ۱۲۱: دار صادر، بیروت

(۵۰) مصنف نے یہ عبارت "شرح برزخ" کے حوالے سے لکھی ہے، راقم الحروف کو یہ کتاب دستیاب نہ ہو سکی۔

ترجمہ:-اللہ تعالیٰ کا قول کہ ''شہداء رزق دیئے جاتے ہیں'' یہ شہداء کے ساتھ خاص ہے ورنہ ادراکات یعنی علم اور سننا اس میں شک نہیں کہ یہ شہداء اور تمام مردوں کے لئے ثابت ہے اور اہل سنت کا یہی موقف ہے-

حضور ﷺ کے نام کی برکت

جان لو کہ حضور علیہ السلام کا نام چاہے نداء کے ذریعہ لیا جائے یا بغیر نداء کے اس میں اللہ نے بڑا عظیم اثر رکھا ہے- دوسرے اسماء کی برکتیں اور تاثیریں ثابت ہیں تو حضور علیہ السلام کی شان تو سب سے ارفع واعلیٰ ہے-

قاضی عیاض شفاء میں نقل کرتے ہیں-

ان عبد الله ابن عمر خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك يزل عنك فصاح يا محمد اه فانتشرت-(۵۱)

ترجمہ:-عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پیر سن ہو گیا تو ان سے کہا گیا اپنے سب سے محبوب شخص کو یاد کیجیے آپ کے پیر کی یہ حالت زائل ہو جائے گی ابن عمر نے یامحمداہ زور سے پکارا تو آپ کا پیر صحیح ہو گیا-

مشکوۃ میں ابن المنکدر ر سے روایت ہے کہ:

---

(۵۱) شفاء: فصل فيماروى عن السلف من محبتهم للنبى صلى الله عليه وسلم وشوقهم له ج ۲/ص ۲۳، پوربندر، گجرات

اس روایت کو امام بخاری نے اپنی سند سے الادب المفرد میں نقل کیا ہے- دیکھئے: الادب المفرد :باب مايقول الرحل اذاخدرت رجله ص ۱۴۰، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ، امام نووی نے بھی اس کو اپنی کتاب "الاذکار" میں ابن السنی کے حوالے سے نقل کیا ہے-

دیکھئے: الاذکار ص ۱۷۹، المطبعة الوهبية، قاہرہ ۱۲۹۳ھ

امام نووی نے "الاذکار" میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے: مگر اس میں ''یامحمد'' کے بجائے ''محمد'' ہے-(دیکھئے مرجع سابق)

انّ سفينة مولىٰ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم اخطأ الجيش بارض الروم او اسر فانطلق هارباً يلتمس الجيش فاذا هو بالاسد فقال يا اباالحارث انا مولى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان امرى كيت كيت فاقبل الاسد له بصيصه حتى قام الى جنبه كلما سمع صوتا اهوى اليه ثم اقبل يمشي الى جنبه حتى بلغ الجيش ثم رجع الاسد (۵۲)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ روم کی زمین میں لشکر اسلام سے جدا ہو گئے یا قید ہو گئے (راوی کو شک ہے) پھر وہ لشکر کو تلاش کرتے ہوئے دوڑتے ہوئے چلنے لگے ناگاہ ایک شیران کے سامنے آ گیا، حضرت سفینہ نے کہا، اے ابوالحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا معاملہ ایسا ہے تو شیران کے سامنے دم ہلانے لگا اور آپ کے پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا، جب بھی وہ شیر کوئی آواز سنتا تو اس کی طرف کان لگاتا پھر آپ کے پہلو میں چلنے لگتا یہاں تک کہ حضرت سفینہ لشکر تک پہنچ گئے اور شیر جنگل کی طرف لوٹ گیا۔

امام بوصیری نے اس مرتبہ کی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے۔

و من تكن برسول اللّٰه نصرته ان تلقه الا سد فی آجامها تجم
(۵۳)

ترجمہ:- جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت حاصل ہو اگر جنگل میں

(۵۲) مشکوۃ شریف: باب الکرامات فصل ثانی ج ۲ ر ص ۵۴۵، مکتبہ، اصح المطابع، دہلی، صاحب مشکوۃ نے اس کو امام بغوی کی شرح السنہ۔ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اس کے راوی ابن المنکدر ہیں، یہ محمد بن المنکدر التیمی ہیں، آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ، انس بن مالک اور عبداللہ بن زبیر جیسے جلیل القدر صحابہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ سے ایک جماعت کثیر نے روایت کی ہے، جن میں سفیان ثوری بھی شامل ہیں، ۱۳۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: مرقاۃ: ملا علی قاری ج ۱۱ ر ص ۹۴، فیصل پریس دیوبند ۲۰۰۵ء

(۵۳) امام بوصیری: قصیدۂ بردہ: الفصل الثامن فی جهاده صلى الله عليه وسلم

اسے شیر مل جائیں تو بھاگ جاتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب جو صاحب تقویت الایمان کے حقیقی دادا ہیں وہ اپنے رسالہ "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ اصحاب کہف کے نام ڈوبنے، جلنے، لٹنے اور چوری سے امان دیتے ہیں۔

حضرت زید بن خارجہ کا حیرت انگیز واقعہ

شفا قاضی عیاض میں مذکور ہے کہ:

"عن نعمان بن بشير ان زيد بن خارجة خر ميتا فى بعض ارقة المدينة فرفع و سجى اذا سمعوهُ بين العشائين و النساء يصرخن حوله يقول انصتوا انصتوا محسر عن وجهه فقال محمد رسول الله النبى الامى و خاتم النبيين كان ذلك فى الكتاب الاول ثم قال صدق صدق و ذكر ابا بكر و عمر و عثمان ثم قال السلام عليك يا رسول الله و رحمة الله و بركاته ثم عاد ميتا كما كان۔ (۵۴)

ترجمہ:-نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ زید بن خارجہ مدینہ کی کسی گلی میں گر کر

(۵۴) الف: شفا: ج ۱/ص ۳۲۱، فصل فى احياء الموتىٰ و كلامهم، مطبوعہ پوربندر، گجرات

ب: دلائل النبوة البيهقى ج ۶/ص ۵۶

بروایت سعيد بن مسيب وقال: والرواية فى ذلك صحيحة ثابتة ترجمہ: بیہقی نے کہا اس کے بارے میں روایت صحیح ثابت ہے۔

ج: الروض الانف: امام السهيلى ج ۴/ص ۴۳۶، زيد بن خارجه تكلم بعد الموت فيماروى ثقات اهل

الحديث لايختلفون فى ذلك ترجمہ: امام سہیلی نے فرمایا کہ زید ابن خارجہ کا موت کے بعد کلام کرنا ثقات اہل حدیث کی روایت میں ہے جس میں ان کا کوئی اختلاف نہیں۔

د: السيرة الحلبية: على بن برهان الدين الحلبى ج ۲/ص ۵۴۰، دار المعرفة، بيروت

ہ: الخصائص الکبریٰ: السيوطى ج ۲/ص ۱۴۲، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۹۸۵ء

جاں بحق ہو گئے، انہیں وہاں سے لایا گیا اور چہرہ پر ایک کپڑا ڈال دیا گیا، مغرب و عشاء کے درمیان عورتیں ان کے اردگرد رو رہی تھیں کہ ناگاہ ایک آواز آتی ہے کہ خاموش رہو، خاموش رہو ان کے چہرے سے کپڑا اٹھایا گیا تو وہ کہہ رہے تھے کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول، نبی امی اور انبیاء کے خاتم ہیں اور یہ کتاب اول یعنی لوح محفوظ میں لکھا ہے پھر کسی غیبی منادی نے کہا سچ کہا، سچ کہا، اس کے بعد انہوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر کیا پھر "یا رسول الله السلام علیك ورحمة الله و برکاته" پڑھا پھر اس کے بعد جس طرح مردہ تھے ویسے ہی ہو گئے۔

سبحان اللہ زید کو کیا دولت نصیب ہوئی۔

شعر

نہ پنداری کہ شوق یار از دل می رود بیروں
چوں میرد مبتلا میرد چوں خیزد مبتلا خیزد

ترجمہ:۔تو یہ وہم وگمان مت کر کہ محبوب کی محبت دل سے نکل جائے گی، جب محبّ مرے گا تو محبوب کے عشق میں مبتلا ہو کر مرے گا اور جب دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا تو شوق یار لے کر اٹھے گا۔

الٰہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں معاصرین میں سے بعض ضعیف الایمان والعقیدہ لوگوں کے علی الرغم جو ندائے یا رسول اللہ کو شرک کہتے ہیں۔ اس خاکسار بے مقدار کے نصیب میں بھی انہیں کلمات پر خاتمہ نصیب فرما۔آمین یا رب العالمین۔(۵۵)

(۵۵) مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلہ سے یہ ناکارہ مترجم بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہے کہ اس ناکارہ کا خاتمہ بھی انہیں مبارک کلمات پر ہو۔آمین بجاہ حبیبه الکریم

صحابہ کے بعض اشعار

ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کی ہے:

صحابیٔ رسول نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے دو رحکومت میں جانور چرانے کے معاملہ میں کوڑے لگائے گئے، آپ نے چند اشعار کہے اور پڑھے ان میں سے دو شعر یہ ہیں:

فیا قبر النبی وصاحبیہ — الا یاغوثنا لو تسمعونا
الا صلی الهکم علیکم — ولا صلیٰ علی الامراء فینا (۵۶)

ترجمہ:- اے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صاحبوں (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کی قبر، اے ہمارے مددگار! کاش آپ ہمیں سنیں (اور ہماری مدد کریں- آپ سب پر آپ کا پروردگار درود وسلام نازل فرمائے اور ہمارے درمیان جو فرماں روا ہیں ان سے اپنی رحمتیں اور عنایتیں روک لے-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام نے بے شمار قصائد نظم فرمائے وہ سارے قصائد سلف صالحین نے املا کرائے اور کتابوں میں لکھے، خطبوں اور تقریوں میں پڑھے اور آج تک حضور کے محبین ومخلصین ان کو پڑھتے آرہے ہیں ان سارے قصائد میں جگہ جگہ ندا وخطاب کا استعمال ہوا ہے، ان میں سے بعض اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

الا یارسول اللہ کنت رجائنا — و کنت بنا برا ولم تك جافیا
و کنت رحیما هادیا و معلما — لبیك علیك الیوم من کان باکیا
علیك منّی السلام تحیة — و دخلت جنات من العدن راضیا

---

(۵۶) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب: ابن عبدالبر: ج ۴ ص ۵۱۸، دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ

ترجمہ:- اے اللہ کے رسول آپ ہماری امید ہیں، ہمارے اوپر احسان وانعام فرمانے والے ہیں، خشک مزاج نہیں ہیں، آپ رحم فرمانے والے، رہنما اور معلم ہیں، آج آپ کی جدائی کے غم میں جو رونے والا ہے، اس کے غم میں ہم بھی لبیک کہتے ہوئے شریک ہیں، آپ پر میری جانب سے صلوۃ وسلام ہو، آپ جنات عدن میں راضی خوشی داخل ہو گئے۔

حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں

فودعنا من الله الكلام　　　و دعنا الوحي اذ وليت عنا

تضمنه القراطيس الكرام　　　سوى ما قد تركت لنا رهيناً

ترجمہ:- آپ کے پردہ فرمانے سے سلسلۂ وحی ہم سے منقطع ہو گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ سے (بالواسطہ) شرف ہم کلامی سے ہم محروم ہو گئے، صرف اس اثاثہ (قرآن) کے علاوہ ہمارے پاس بظاہر کچھ نہیں بچا جو پاکیزہ دفتروں میں محفوظ ہے۔

حضرت حسان نے فرمایا:

كنت السواد لناظری　　　فعمی عليك الناظر

من شاء بعدك فليمت　　　فعليك انت احاذر

ترجمہ:- آپ میری آنکھوں کے نور تھے، تو آپ کے بعد یہ آنکھیں بے نور ہو گئیں، آپ کے (پردہ فرمانے کے) بعد اب جو چاہے مر جائے، میں آپ کی تائید میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔

یہ چند اشعار ہیں جو مواہب لدنیہ میں نقل کئے گئے ہیں، اگر ان کلمات ندائیہ اور خطابیہ کو تابعین اور ان کے بعد سلف صالحین کے کلام میں تلاش کیا جائے تو اس سے ایک پوری کتاب تیار ہو جائے گی۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری نے امام شافعی کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

فرض من الله فی القرآن انزله　　　یااهل بيت رسول الله حبكم

کفاکم من عظم القدر انکم　　من لم یصل علیکم لا صلوۃ له

ترجمہ:- اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ کی جانب سے فرض ہے، اس کو اللہ نے قرآن میں نازل کیا ہے، تمہاری عظمت ورفعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز مقبول نہیں۔

امام شافعی نے نعت میں فرمایا ہے:

یا واحد الدھر یا عین الوجود و یا　　غیث الانام وھادی کل حیران

ترجمہ:- اے یکتائے روزگار، اے عین وجود، اے مخلوق کے مددگار، اے ہر بھٹکنے والے کے ہادی ورہنما۔

مواہب میں سیدی علی بن وفا کے یہ شعر نقل کئے ہیں۔

الا یا صاحب الوجه المليح　　سألتك لا تغيب فانت روحی

متی ما غاب شخصك عن عیانی　　رجعت فلا تری الاضریحی

ترجمہ:- اے حسین وملیح چہرے والے، میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے روپوش نہ ہوں، کیونکہ آپ ہی میری جان ہیں، جب سے آپ میری نظروں سے روپوش ہوئے میری روح نکل گئی اور میں گویا زندہ درگور ہوگیا۔

صاحب مواہب فرماتے ہیں:

فانت رسول اللّٰه اعظم کائن　　و انت لكل الخلق بالحق مرسل

ترجمہ:- یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ رب العزت کے سب سے عظیم رسول ہیں اور یقیناً آپ تمام مخلوق کی طرف حق کے ساتھ مبعوث کئے گئے ہیں۔

امام بوصیری کا کلام جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک مقبول ہے اور تمام محدثین و صالحین اس سے برکت حاصل کرتے ہیں، وہ کلام نداء وخطاب سے بھرا ہوا ہے، اس میں استغاثہ بھی ہے اور استشفاع (طلب شفاعت) بھی ہے۔

آپ قصیدۂ بردہ میں فرماتے ہیں:

یا اکرم الخلق مالی من الوذ به　　سواك عند حلول الحادث العمم(۵۷)

ترجمہ:-اے کل کائنات میں سب سے مکرم ومعزز ذات، کون ہے تیرے سوا کہ بروز قیامت، میں جس کی پناہ حاصل کروں۔

امام بوصیری اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

یا رحیما بالمؤمنین اذا ما　　ذهلت عن ابناء ها الرحماء

یا شفیعا فی المذنبین اذا ما　　اشفق من خوف ذنبه البراء

ترجمہ:-اے مومنین پر اس وقت رحم فرمانے والے جبکہ رحماء اپنے لخت جگر کو فراموش کر دیں گے- اے گناہ گاروں کی اس وقت شفاعت کرنے والے جبکہ گناہوں سے بری لوگ بھی خوف سے کانپتے ہونگے-

شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

و صلی علیك یا خیر خلقه　　و یا خیر مأمول و یاخیر واهب

ترجمہ:-اے خیر خلق، اے مرکز امید، اے مخزن جودوعطا تجھ پر اللہ کی رحمت کاملہ نازل ہوں-

صاحب مواہب نے ایک باب باندھا ہے جس میں حضور کے نقش نعل مبارک کی مدح اور اس کے فوائد بیان کئے ہیں اور اکابر محدثین سے اس کی روایت نقل کی ہے-(۵۸)

---

(۵۷) قصیدۂ بردہ شریف: الفصل العاشر

(۵۸) امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں ایک نوع لباس کے عنوان سے قائم کی ہے، اس میں "لبس النعل" کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے، جس میں انہوں نے نعلین مبارک کی مثال کے بعض فوائد نقل کئے ہیں- اس باب میں انہوں نے ابوالیمن، ابن عساکر، ابوالحکم بن المرحل اور ابوبکر احمد بن امام قرطبی کے بعض اشعار بھی نقل کئے ہیں، جو مثل نعل پاک کی مدح میں ہیں-
دیکھئے المواہب اللدنیہ، ج ۲ رص ۴۶۵ تا ۴۷۰ مطبوعہ پوربندر، گجرات

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

صاحب مواہب اس باب میں فرماتے ہیں کہ:

قال ابو القاسم بن محمد و مما جرب من بر کته أن من امسکه عنده متبر کا به کان له امانا من بغی البغاة و غلبة العداة و حرزا من کل شیطان مارد و عین کل حاسد (۵۹)

ترجمہ:- ابوالقاسم بن محمد نے فرمایا کہ نقش نعل مبارک کی برکت تجربہ میں آچکی ہے کہ جو شخص نعل مبارک کے نقش کو اپنے پاس رکھے گا حصول برکت کی نیت سے تو وہ شخص دشمنوں کے غلبہ اور راہزنوں کی سرکشی سے مامون و محفوظ رہے گا، یہ نقش نعل مبارک شیطان مارد اور نظر حاسد سے بچانے کا قلعہ ہے۔

پھر آپ نے اس نقش نعل کی مدح میں اکابر کے اشعار نقل کئے ہیں، ان میں سے امام ابن عساکر کا ایک شعر ہے۔

یا شبه نعل المصطفیٰ روحی فداء لمحلك الاسمیٰ الشریف العال (۶۰)

ترجمہ:- اے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کی شبیہ تجھ پر میری جان نثار ہے، تیرے عظیم اور بلند مقام کی وجہ سے۔

بقیہ حاشیہ:

اس موضوع پر ابواسحاق ابراہیم بن محمد السلمی المشہور بہ ابن الحاج نے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ احمد بن احمد المغربی المقری نے "فتح المتعال فی مدح النعال" کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ مثال نعل مبارک کے فوائد و برکات مشائخ و صوفیہ نے اپنے تجربات کی روشنی میں ذکر کئے ہیں۔ حدیث رسول، سنت صحابہ اور آثار تابعین میں اس کے متعلق اگر کوئی روایت ہے تو وہ میرے محدود اور ناقص مطالعہ میں نہ آسکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۹) المواهب اللدنیه ج ۲ ص ۴۶۷، النوع الثانی اللباس، لبس النعل

(۶۰) مرجع سابق

یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ

فتاویٰ خیریہ فقہ حنفی کی کتب معتبرہ مشہورہ میں ہے، جس کا جا بجا حوالہ صاحب درمختار نے بھی دیا ہے اور صاحب درمختار صاحب فتاویٰ خیریہ کے شاگرد ہیں۔

صاحب فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں:

اما قولهم یا شیخ عبد القادر فهو نداء و اذا اضیف الیه شیئاً للّٰه فهو طلب شئی اکراما للّٰه فما الموجب لحرمته ولا یجوز الا غترار بما فی "قید الشرائد و نظم الفرائد" و من قال شیئاً للّٰه بعض یکفر اذ لاوجه لذلك و کیف مع قولهم لایخرج المؤمن من الایمان الا جحود ما ادخله فیه و قولهم الکفر شئی عظیم فلایکفر المسلم اذا اختلفت فیه و لو بروایة ضعیفة و معاذ الله ان یوجد الکفر بذلك و قد قال شارحه ینبغی ان یرجح عدم الکفر و وجه الکفر بانه طلب شئی لله تعالیٰ و هو جل و علا غنی عن کل شئی و الکل محتاج الیه و هذا لایختلج فی بال احد فان ذکره تعالیٰ للتعظیم کما فی قوله تعالیٰ فان للّٰه خمسه و مثله کثیر (۶۱)

ترجمہ:۔ رہا لوگوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا تو یہ نداء ہے اور اگر اس کے ساتھ "شیئاً لله" کا اضافہ کر دیا جائے تو یہ طلب ہوگی اللہ کی تعظیم کے واسطے سے، تو اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں، اور کتاب "قید الشرائد و نظم الفرائد" میں جو یہ لکھا ہے کہ ''جس شخص نے شیئاً لله کہا بعض لوگوں نے اس کی تکفیر کی ہے''، اس کلام سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، اس لئے کہ اس میں تکفیر کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور کیسے ہوسکتی ہے حالانکہ علماء نے فرمایا ہے کہ مومن کو ایمان سے اس چیز کا انکار خارج کرے گا، جس کے اقرار سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا، اور علماء کا فرمان ہے کہ کفر بڑی چیز ہے، اگر مسلمان کے کلام میں مختلف پہلو ہوں خواہ کسی ضعیف روایت کی بنیاد ہی پر کیوں نہ

(۶۱) فتاویٰ خیریہ: ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوع ارگ بازار، قندھار، افغانستان

ہوں تو مسلمان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اور اللہ کی پناہ ہے کہ اس میں (یعنی شیئاً لله میں) کفر پایا جائے، شارح نے کہا ہے کہ راجح یہ ہے کہ یہ کفر نہ ہو کیوں کہ (جو لوگ کفر کہتے ہیں) اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب کرنے والے نے اللہ کے لئے طلب کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے غنی و بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، اور یہ معنی کسی طلب کرنے والے کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا (کہ وہ اللہ کے لئے مانگ رہا ہے) اگر اس نے اللہ کا نام ذکر کیا ہے تو فقط تعظیم کے لئے کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "فان لله خمسه" اور اس کی مثالیں بہت ہیں۔

تنبیہ

صاحب تقویت الایمان کے جد امجد اور سند مستند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء الله" میں اذکار اولیاء اللہ مجربہ کی اجازت اپنے اکابر سے نقل کی ہے، ختم قادریہ کے طریقہ میں لکھتے ہیں: ''کلمۂ تمجید اور درود شریف پڑھنے کے بعد ایک ہزار بار یا شیخ عبد القادر شیئاً لله پڑھے''۔ (۶۲)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے حضرت خواجۂ کلاں اپنی کتاب ''طبقات حسامیہ'' میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

آپ کی اس سے زیادہ اور کیا تعریف ہوگی کہ حرمین شریفین کے خواص وعوام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد آپ کا ہی ذکر کرتے ہیں اور کسی بھی معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا اور حضور غوث پاک سے استعانت کرتے ہیں اور جس کو دیکھو ان دونوں مقامات میں شیئاً لله یا شیخ عبد القادر کا نعرہ لگاتا ہے۔ (۶۳)

ہدایت

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب جو صاحب تقویۃ الایمان کے چچا اور استاذ

---

(۶۲) الانتباہ فی سلاسل اولیاء الله: شاہ ولی اللہ دہلوی

(۶۳) طبقات حسامیہ: حضرت خواجہ کلاں علیہ الرحمہ

ہیں وہ رسالہ "اسرار المحبة" میں فرماتے ہیں:

اما المحبة مع الاحياء نافعة عاجلا و آجلا و اما مع الاموات فنافعة في الاجل بشرط الاهلية و الايمان و اما في العاجل فبشرط دوام التوجه و تخلية القلب معه في الخلوات و مداومة ذكره و كثرة ندائه و البر معه بارسال الثواب اليه و الاحسان الى اهله فذلك كثيرا ما يفتح باب الاويسية و يعطى منفعة الصحبة (٦٤)

ترجمہ:- زندوں کی محبت دنیا وآخرت دونوں میں نفع بخش ہے، لیکن مردوں کی محبت عقبیٰ میں نافع ہے، ایمان کی شرط کے ساتھ، دنیا میں ان کی (یعنی اموات کی) محبت اس وقت سودمند ہوگی جب خلوت وجلوت میں مکمل توجہ ان کی جانب ہو اور کثرت سے ان کو یاد کیا جائے اور ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی جائے بایں طور کہ ان کے لئے ایصال ثواب کیا جائے اور ان کے اہل وعیال پر احسان کیا جائے، یہ جملہ چیزیں باب اویسیت کو کھول دیتی ہیں اور ان سے صحبت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ:- مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ:

التوسل و التشفع و التوجه بالنبي صلى الله عليه وسلم كما ذكره في "تحقيق النصرة" و "مصباح الظلام" واقع في كل حال قبل خلقه و بعد خلقه في مدة حياته في الدنيا و بعد موته في مدة البرزخ و بعد البعث في عرصات القيامة (٦٥)

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ، اور توسل وتشفع، اور ان کی جانب توجہ یہ ہر حال میں واقع ہے (جیسا کہ کتاب تحقیق النصرہ اور کتاب مصباح الظلام میں لکھا ہے) چاہے وہ آپ کے جسد اطہر بنائے جانے سے پہلے ہو،

(٦٤) الاسرار المحبة: مولانا رفیع الدین دہلوی

(٦٥) المواهب اللدنية: المقصد العاشر: الفصل الثاني: بحث في التوسل

یا اس کے بعد دنیاوی حیات میں ہو یا پھر حالت برزخ میں ہو یا عرصات قیامت میں ہو۔
پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:

و اما التوسل به صلى الله عليه وسلم بعد موته فى البرزخ فهو اكثر من أن يحصى أو يدرك باستقصاء (٦٦)

ترجمہ:۔ عالم برزخ میں حضور کو وسیلہ بنانا، آپ کے وصال کے بعد، تو یہ بے شمار جگہ آیا ہے، جس کا احاطہ ممکن نہیں۔

شفاء السقام میں امام تاج الدین السبکی نے، الجوهر المنظم میں علامہ ابن حجر مکی نے، علامہ نور الدین نے تواریخ مدینہ میں اور شیخ عبدالحق نے جذب القلوب میں اور دیگر اکابر نے کتب مناسک میں ایسا ہی فرمایا ہے۔

مردے سنتے ہیں

جب مخالفین سے اس مسئلہ نداء و استمداد میں گفتگو ہوتی ہے تو لامحالہ یہ مسئلہ بھی زیر بحث آتا ہے کہ مردوں کا سماع، ادراک اور حیات وغیرہ ثابت ہے یا نہیں؟

مخالفین کہتے ہیں کہ مردے جماد (پتھر وغیرہ) کے حکم میں ہیں اور جماد کا سننا اور سمجھا محال ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارواح کو اس عالم سے اب انقطاع کلی ہو گیا لہٰذا ادراک اور زائرین کا سلام و کلام سننا محال ہے (اس سے قطع نظر کہ ندا اور پکارنا شرک ہے) یہ ایک لغو اور بے ہودہ بات ہے اور بعض نادان ترقی کر کے حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے انکار تک آجاتے ہیں، لہٰذا اس سلسلہ مین بر وقت جو روایات ذہن میں ہیں یہاں نقل کی جاتی ہیں، تاکہ موافقین کو اعانت ہو، اور مخالفین میں سے اگر کسی کے پاس دین و دیانت ہو تو اس کو ہدایت ہو۔

(٦٦) مرجع سابق

پہلی روایت

امام مالک ،ابو داؤد اور ابن ماجہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

كسر عظم الميت ككسره، حيا(٦٧)

ترجمہ:-مردے کی ہڈی توڑنا زندوں کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ:

يستفاد منه ان الميت يتألم بجميع ما يتألم به الحی و من لازمه أن يستلذه بما يستلذ به الحی (٦٨)

ترجمہ:-اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو ہر اس چیز سے تکلیف پہنچتی ہے، جس سے زندہ کو تکلیف پہنچتی ہے،اوراس سے لازم آیا کہ مردہ کو ہر اس چیز سے راحت وتلذذ حاصل ہوتا ہے، جس چیز سے زندوں کو راحت وتلذذ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری روایت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

انها كانت تسمع صوت وتد يوتد فی بعض الدور المطفية بمسجد النبی

---

(٦٧) الف:سنن ابی داؤد: بطريق القعنبی عن عائشة: باب فی الحفار يجد العظم هل يتنكب ذاك المكان، ج ۳ ص ۲۱۲، دارالفکر، بیروت

ب:سنن ابن ماجه: بطريق هشام بن عمارعن عائشة:باب فی النهی عن كسر عظام الميت، ج ۱ ص ۵۱۶، دارالفکر، بیروت

ج: مسنداحمد بن حنبل:قال الشيخ شعيب الارناؤوط رجاله ثقات، رجال الشيخين، ج ۶ ص ۱۰۰، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

(٦٨) شرح ابن ماجہ: حافظ سیوطی ج ۱ ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ، کراچی

صلی اللہ علیه وسلم فترسل الیهم ان لا توذوا رسول الله صلی الله علیه وسلم (٦٩)

ترجمہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے قرب و جوار کے کسی گھر میں میخ گاڑی جارہی تھی جس کی آواز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سن رہی تھیں تو حضرت عائشہ نے کسی کو ان لوگوں کے پاس بھیجا (جو میخ گاڑ رہے تھے) کہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دیں۔

تیسری روایت

حضرت احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ نے فرمایا کہ: کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم و ابوبکر و انی واضع ثوبی اقول انما هو زوجی و والدی فلما دفن بعدهما عمر فوالله ما ادخله الا و انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر (٧٠)

ترجمہ:- میں اپنے اس گھر میں داخل ہوتی تھی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد ابوبکر مدفون تھے اور وقت دخول زائد کپڑوں کو رکھ دیتی تھی (پردہ نہیں کرتی تھی) اور (دل میں) کہتی کہ یہ میرے شوہر ہیں اور وہ میرے والد ہیں، پھر ان کے بعد عمر مدفون ہوئے تو خدا کی قسم میں پھر کبھی گھر میں داخل نہیں ہوتی تھی مگر پردہ

(٦٩) راقم اس روایت کا ماخذ تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔

(٧٠) الف: مسند احمد بن حنبل: ج٦ ر ص ٢٠٢ مؤسسة قرطبة، قاهره

ب: المستدرك للحاكم: ج٣ ر ص ٦٣، دار الكتب العلميه، بيروت ١٩٩٠ء

قال الحاكم: هذا الحديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه

ترجمہ:- حاکم نے فرمایا کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، مگر ان دونوں نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ج: مسند ابو یعلی ج٨ ر ص ٣٦٨، دار المامون للتراث، دمشق ١٩٨٤ء

کے اہتمام کے ساتھ، عمر سے شرم وحیا کی وجہ سے۔

صاحب مواہب کا کلام ان روایات کی تائید کرتا ہے انہوں نے کہا کہ محمد بن اسحاق نے باسناد جید اور امام احمد نے باسناد حسن، سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ویسی ہی حدیث روایت کی ہے، جیسی عمر فاروق سے مقتولان بدر کے معاملہ میں مروی ہے۔ گویا کہ یہ آپ کا رجوع ہے، سابقہ روایت سے جس میں آپ نے حضرت ابن عمر کی روایت "انھم یسمعون" کا انکار کیا تھا، دیگر اکابر کی روایت سے تردد ثابت ہے، اس لئے کہ حضرت عائشہ اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، اور شروح بخاری میں یہ بات صراحت سے وارد ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے، کیونکہ قرآن کریم میں لفظ اسماع سے نفی آئی ہے ادراک سے نہیں ہے۔ (۱۷)

(۱۷) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ غزوۂ بدر کے بعد مقتول مشرکین کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور ان مردہ مشرکین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فلاں بن فلاں

فانا قد وجدنا ربنا حقاً فهل وجدتم ما وعد ربكم حقاً قال فقال عمر: يا رسول الله ما تكلم من اجساد لا ارواح لها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفس محمد بيده ما انتم بأسمع لما اقول منهم

ترجمہ:- جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اس کو ہم ٹھیک پا چکے لیکن تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے اس کو درست پایا؟ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بغیر روح کی لاشوں سے کلام فرما رہے ہیں، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، جو کچھ میں ان سے کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زائد نہیں سن رہے ہو۔

☆صحيح بخارى : كتاب المغازى : باب قتل ابى جهل: عن ابى طلحة

☆ صحيح مسلم: كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها: باب عرض مقعد الميت من الجنة او النار عليه :عن انس : من حديث عمر

حضرت ابوطلحہ اور حضرت انس کی ان روایتوں سے مردوں کے سننے کی دلیل لائی جاتی

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

امام بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور

بقیہ حاشیہ:

ہے، لیکن یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا ہے- صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے: ذکر عند عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، ان ابن عمر رفع الی النبی صلی الله علیه وسلم ان المیت لیعذب فی قبره ببکاء اهله فقالت وهل ابن عمر رحمهٔ الله انما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ،انه یعذب بخطیئتهٖ وذنبهٖ و ان اهلهٔ یبکون علیه الان ، قالت و ذلك مثل قوله ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قام علی القلیب و فیه قتلی بدر من المشرکین فقال لهم ما قال انهم یسمعون ما اقول انما قال انهم الآن یعلمون ان ما کنت اقول لهم حق ثم قرأت انك لاتسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور-

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے تذکرہ آیا کہ ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ مردہ پر گھر والوں کے رونے کی وجہ سے قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے حضرت عائشہ نے فرمایا ابن عمر کو یاد نہیں رہا، اللہ ان پر رحم فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مردہ پر اس کے گناہوں اور خطاؤں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، اور گھر والے تو اب روتے ہیں، ابن عمر کا یہ قول ان کے اس قول کی طرح ہے کہ حضور علیہ السلام جب چاہ بدر پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں تھیں- آپ نے فرمایا تھا کہ یہ سن رہے ہیں جو میں کہہ رہا ہوں، حالانکہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ اب ان کو علم ہو رہا ہے کہ جو کچھ میں کہتا تھا وہ حق تھا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں ''انك لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور'' یعنی تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور ان لوگوں کو بھی نہیں سنا سکتے جو قبروں کے اندر ہیں-

☆ صحیح بخاری: کتاب المغازی: باب قتل ابی جهل :عن عروة

☆ صحیح مسلم : کتاب الجنائز: باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه: عن عروة

حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''یہ میری بات سن رہے ہیں'' جب کہ حضرت عائشہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''یہ جان رہے ہیں''-

معتبر و معتمد محدثین، محققین اور حفاظ نے حضرت ابن عمر کی روایت کو ترجیح دی ہے یا پھر ان

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بقیہ حاشیہ:
دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی ارشاد فرماتے ہیں:
قد خالفها الجمهور في ذلك و قبلوا حديث ابن عمر لموافقة من رواه غيره عليه
فتح الباری: ج ۳ رص ۲۳۴، دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹ھ
ترجمہ:- جمہور علماء نے اس میں حضرت عائشہ کی مخالفت کی ہے، اور حضرت ابن عمر کی روایت کو قبول کیا ہے، کیونکہ آپ کے علاوہ جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی آپ کی روایت کے موافق ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد رشید اور مشہور مفسر حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
"والصحيح عند العلماء رواية عبد الله بن عمر لما لها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة (تفسیر ابن کثیر: ج ۳ رص ۴۳۹، دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ)
ترجمہ:- علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت صحیح ہے کیونکہ اس کی صحت پر بہت سی وجوہ سے شواہد موجود ہیں۔
اسی صفحہ پر آگے چل کر لکھتے ہیں:
والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الأثار عنهم بان الميت يعرف بزيارة الحي له و يستبشر (مرجع سابق)
ترجمہ: علماء سلف کا اس بات (مردوں کے سننے) پر اجماع ہے ان سے ایسے اقوال مروی ہیں، جو حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں کہ میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔
ماضی قریب کے زبردست محقق اور محدث علامہ عبداللہ محمد صدیق الغماری المغربی نے ان دونوں روایتوں پر محققانہ کلام کیا ہے۔ آپ کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے۔
۱- حضرت ابن عمر اس موقع پر بذات خود موجود تھے، جب حضور یہ ارشاد فرما رہے تھے، جبکہ حضرت سیدہ عائشہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھیں، لہٰذا جو واقعہ کا عینی گواہ ہو اس کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔
۲- حضرت ابن عمر ایک چیز کا اثبات کر رہے ہیں جب کہ سیدہ عائشہ اس کی نفی کر رہی ہیں، یہ قاعدہ ہے کہ اثبات کرنے والے کی روایت کو نفی کرنے والے کی روایت پر ترجیح دی جاتی ہے۔
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ:

۳- حضرت ابن عمر اس روایت میں اکیلے نہیں ہیں- بلکہ ایسی ہی روایت دوسرے صحابہ مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابوطلحہ، حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سیدان (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے بھی صحیح طریقوں سے مروی ہے- جبکہ انکار کرنے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تنہا ہیں-

۴- حضرت ابن عمر حضور کا قول پیش کر رہے ہیں، حضرت عائشہ اس کے رد میں یہ نہیں فرما رہی ہیں کہ میں نے حضور سے اس کے برخلاف سنا ہے بلکہ ابن عمر کا قول رد کرنے کے لئے وہ آیت کریمہ میں اجتہاد کر رہی ہیں- کسی ثقہ راوی کی صحیح روایت اس قسم کے اجتہاد سے رد نہیں کی جا سکتی- حافظ ابن حجر نے اسماعیلی کا قول نقل کیا ہے کہ سیدہ عائشہ کے پاس فہم، ذکاوت، کثرت روایت، اور گہرائی سب کچھ ہے مگر کسی ثقہ راوی کی روایت کو اسی جیسی روایت سے رد کیا جا سکتا ہے جو پہلی والی روایت کے منسوخ ہونے، اس کے خاص ہونے یا اس کے محال ہونے پر دلالت کر رہی ہو-

۵- حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کتاب المغازی میں یونس بن بکیر کی روایت سے حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی ہے، جس میں وہی الفاظ ہیں جو حضرت ابن عمر کی روایت میں ہیں (یعنی وہ سنتے ہیں) اس کی اسناد جید ہے، نیز اسی روایت کو امام احمد بن حنبل نے بھی ذکر کیا ہے-

امام احمد کی روایت کی اسناد حسن ہے، اگر یہ روایت محفوظ ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے انکار سے رجوع فرما لیا تھا، جب ان کے پاس ان صحابہ کی روایت ثابت ہو گئی، کیونکہ وہ اس واقعہ کی عینی گواہ نہیں ہیں- دیکھئے: فتح الباری ج ۷، ص ۳۰۳/ ۳۰۴، دار الفکر، بیروت ۱۳۷۹ھ

(ترجمہ ملخصاً از الرد المحکم المتین: عبداللہ صدیق الغماری ص ۲۳۷/ ۲۳۸، مکتبہ القاہرہ ۱۹۸۶ء)

جو حضرات مردوں کے سننے کا مطلقاً انکار کرتے ہیں وہ حضرت عائشہ کی اسی روایت کو دلیل میں لاتے ہیں، اس پر تفصیلی کلام اور علماء امت کا موقف آپ نے ملاحظہ فرما لیا، بعض حضرات یہاں یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت ابن عمر والی روایت ہی درست ہے اور حضور علیہ السلام نے اس موقع پر مردوں کے سننے کے بارے میں فرمایا تھا تو ہم کہیں گے کہ یہ حضور علیہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بقیہ حاشیہ:
السلام کی خصوصیت تھی جو اس خاص موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، حضور نے بطور معجزہ ان مردوں کو اپنی بات سنائی تھی، لہٰذا یہ حدیث تمام مردوں کے سننے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اس اعتراض کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اس حدیث میں خصوصیت کا دعویٰ دلیل کا محتاج ہے، اس سلسلے میں احادیث و روایات میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے، جس سے یہ خصوصیت سمجھ میں آتی ہو، لہٰذا خصوصیت کا دعویٰ بلا دلیل ہے، اور اگر بالفرض مان لیں کہ یہ حضور کی خصوصیت ہے جو بطور معجزہ آپ نے مقتولان بدر سے کلام فرمایا تو پھر ان صحیح احادیث کے بارے میں کیا کہا جائے گا، جن میں صراحتاً مذکور ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے اس کی قبر سے واپس جاتے ہیں تو میت اپنی قبر میں واپس جانے والوں کے جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت اذا وضع فی قبرہ انه یسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا

ترجمہ:۔۔ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے واپس جاتے وقت ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے:

☆ صحیح مسلم: کتاب الجنة و صفة نعیمھا: باب عرض مقعد المیت من الجنة و النار علیه

☆ صحیح بخاری: کتاب الجنائز: باب المیت یسمع خفق النعال

اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث ہیں جن کی روشنی میں مردہ کا قبر کے اندر سننا ثابت ہوتا ہے، اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر کا قول ہم پیچھے نقل کر آئے ہیں اور انہوں نے مردوں کے سننے کے مسئلہ پر علماء سلف کا اجماع بتایا ہے۔

آیت کریمہ "انك لا تسمع الموتی" اور "و ما انت بمسمع من فی القبور" کو بھی مردوں کے عدم سماع پر دلیل کے طور پر لایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں مفسرین نے بہت وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیات مردوں کے سننے کے معارض نہیں ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

فتح الباری: حافظ ابن حجر عسقلانی: ج ۷/ص ۳۰۳،۳۰۴، دارالفکر، بیروت ۱۳۷۹ھ
تفسیر ابن کثیر: ج ۳/ص ۴۳۹: دارالفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ، اردو داں حضرات دیکھیں: ضیاء القرآن:

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں

الانبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون (۷۲)

ترجمہ:- انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

اس حدیث کے شواہد بکثرت موجود ہیں، امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ:

عن جابر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال عرض علیّ الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال كأنه من رجال شنوءة و رأیت عیسی ابن مریم فاذا اقرب من رأیت به شبهاً عروة بن مسعود و رأیت ابراهیم فاذا اقرب من رأیت به شبهاً صاحبكم (۷۳)

بقیہ حاشیہ:

پیر محمد کرم شاہ ازہری ج ۳ ص ۵۸۳ تا ۵۹۰، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی

(۷۲) مسند ابی یعلیٰ: ج ۶ ص ۱۴۷، دار المامون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ھ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: انبیاء اپنی قبروں میں باحیات ہیں، اس موضوع پر بیہقی نے ایک عمدہ کتاب تالیف کی ہے، اس میں حضرت انس کی یہ حدیث نقل کی ہے: "الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون" بیہقی نے اس حدیث کو یحییٰ ابن ابی کثیر کے طریقے سے روایت کیا ہے اور یحییٰ ابن ابی کثیر "رجال صحیح" میں سے ہیں، انہوں نے اس کو مستلم بن سعید سے روایت کیا ہے، امام احمد اور ابن حبان نے مستلم بن سعید کو "ثقہ" قرار دیا ہے، مستلم بن سعید نے اس حدیث کو حجاج الاسود سے روایت کیا ہے، حجاج الاسود یہ ابن ابی زیاد البصری ہیں، امام احمد اور ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے، پھر حجاج الاسود نے اس کو ثابت البنانی سے روایت کیا ہے، اور ثابت نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ (ترجمہ ملخصاً) دیکھیے: فتح الباری: ج ۶ ص ۴۸۷، دار المعرفۃ، بیروت

(۷۳) الف: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الاسراء برسول الله صلی الله علیه وسلم الی السماوات

ب: جامع الترمذی: باب فی صفة النبی صلی الله علیه وسلم، امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کئے گئے، میں نے موسیٰ کو دیکھا وہ قبیلہ شنوۃ کے لوگوں کی طرح تھے، اور میں نے عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں، اور میں نے ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت زیادہ مشابہہ ہیں-

امام مسلم حضرت عبداللہ بن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين مكة و المدينة فمررنا بواد فقال ایّ واد هذا فقالو اوادى الازرق قال فقال كأنى انظر الى موسىٰ عليه السلام فذكر من لونهٖ و شعرهٖ شيئاً لم يحفظه داؤد واضعاً اصبعيه فى اذنيه له جوار الى الله بالتلبية ماراً بهٰذا الوادى- (۷۴)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے، صحابہ نے کہا یہ وادیٔ ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی،

بقیہ حاشیہ:

ج: مسند احمد بن حنبل: ج ۳ ص ۳۳۴ - مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

د: مسند ابی یعلیٰ: ج ۴ ص ۱۷۹، دار المأمون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

(۷۴) الف: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب الا سراء برسول الله صلى الله عليه وسلم الى السماوات

ب: صحیح ابن خزیمہ: باب استحباب وضع الاصبعين عند رفع الصوت، ج ۴ ص ۱۷۵، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

ج: صحیح ابن حبان: ج ۹ ص ۱۱۰ ذکر الاستحباب للملبى عند التلبية ادخال الاصبعين فى الاذنين، مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۳ء

د: المستدرك للحاكم: ج ۲ ص ۳۷۳، تفسیر سورۂ ھود، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۰ء

ہ: مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۱۵، مؤسسہ قرطبہ: قاہرہ

و: مسند ابی یعلیٰ: ج ۴ ص ۴۱۷، دار المأمون للتراث، دمشق ۱۹۸۴ء

جوراوی (داؤد) کو یاد نہیں رہی، اور پھر فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی ہوئی ہیں، اور وہ اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے اس وادی سے گزر رہے ہیں۔

صحیح حدیث میں وارد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مررت بموسیٰ لیلة اسری بی وھو قائم یصلی فی قبرہ۔(۷۵)

ترجمہ:- میں شب معراج موسیٰ کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما المیت فی القبر الا کالفریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب و ام و اخ و صدیق، فاذا لحقهٗ کان احب الیه من الدنیا و ما فیها و ان اللہ لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض مثال الجبال و ان ھدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم(۷۶)

ترجمہ:- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قبر میں میت کا حال

---

(۷۵) الف: صحیح ابن حبان: ج۱رص۲۴۲عن انس بن مالك، مؤسسہ الرسالہ، بیروت۱۹۹۳ء
ب: سنن نسائی: باب ذکر صلاة نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام ج۳رص۲۵۱، مکتبة المطبوعات، حلب۱۹۸۶ء
ج: السنن الکبری للبیھقی: ج۱رص۴۱۹
د: مسند احمد بن حنبل ج۳رص۱۴۸، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ
مسند احمد کے محقق شیخ شعیب الارناؤوط نے کہا ہے: "اسنادہ صحیح علی شرط مسلم"
ہ: مسند ابی یعلیٰ: ج۶رص۷۱، دار المامون للتراث، دمشق۱۹۸۴ء
مسند ابی یعلی کے محقق حسین اسد نے کہا: اسنادہ صحیح
یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے مگر اس میں "فی قبرہ" کا لفظ نہیں ہے۔
دیکھئے: صحیح مسلم: کتاب الایمان: باب ذکر المسیح بن مریم: عن ابی ھریرة
(۷۶) شعب الایمان: للبیھقی: "فصل فی زیارة القبور" ج۷رص۱۶

ڈوبتے ہوئے انسان کی طرح ہے، وہ ایسی دعاء کا انتظار کرتا ہے، جو اس کو باپ، ماں ، بھائی اور دوست کی جانب سے پہنچے، اور جب وہ پہنچتی ہے تو اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ قبر والوں کو زمین والوں کی دعاء پہاڑ کی طرح پہنچاتا ہے، زندوں کی طرف سے مردوں کو ہدیہ استغفار ہے۔

قبر انور سے آذان کی آواز

ائمۂ دین نے حکایت نقل کی ہے کہ واقعہ حرہ میں مسجد نبوی میں تین روز اذان موقوف رہی، سب لوگ مسجد کے باہر تھے، حضرت سعید بن مسیب مسجد کے اندر تھے، حضرت سعید فرماتے ہیں کہ: جب ظہر کا وقت آیا تو میں نے قبر انور سے اذان سنی، پھر تو ہر نماز کے وقت قبر انور سے اذان واقامت کی آواز آنے لگی، یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے اور موٴذن لوٹ آئے۔(۷۷)

امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی ہے کہ کوئی فرد جب اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے تو میت اس سے خوش ہوتی ہے، اس سے انس حاصل کرتی ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتی ہے(۷۸)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

(۷۷) اس حکایت کو امام دارمی نے اپنی سنن میں سعید بن عبد العزیز سے نقل کیا ہے۔
دیکھئے سنن الدارمی: باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ: ج۱/۵۶، دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ
امام قسطلانی نے اس کو ابن زبالہ اور ابن النجار کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے: المواھب اللدنیہ: ج۲/ص۲۹۴ مطبوعہ پور بندر، گجرات ۲۰۰۱ء
بعض حضرات نے اس حکایت کی صحت سے انکار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۷۸) شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: ص۱۸۱، رضوی کتاب گھر، دہلی

کہ جب کوئی مرد اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے، جس کو وہ دنیا میں پہچانتا ہو، جب اس کو سلام بھیجتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے(۷۹)

امام احمد انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا: ان اعمالکم تعرض علی اقاربکم و عشائرکم من الاموات فان کان خیراً استبشروا به و ان کان غیر ذلك قالوا اللهم لاتمتهم حتی لاتهديهم كما هد يتنا (۸۰)

ترجمہ:- تمہارے اعمال تمہارے مردہ رشتہ داروں کو دکھائے جاتے ہیں، اگر اچھے ہوتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں اور اگر برے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ان کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک ان کو ہدایت نہ دے دے۔

روح کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و النزعت غرقاً و النشطت نشطاً و السبحت سبحاً فالسبقت سبقاً فالمدبرات امراً (۸۱)

ترجمہ:- قسم ان کی جو سختی سے جان نکالیں، اور نرمی سے بند کھولیں اور تیزی سے تیرنے والے ہیں، دوڑ کر سبقت لے جانے والے ہیں، پھر ہر کام کا انتظام کرنے

(۷۹) مرجع سابق-شرح الصدور میں وارد ان دونوں روایتوں کو حافظ ابن کثیر نے ابن ابی الدنیا کے حوالے سے اپنی تفسیر میں مقام احتجاج میں ذکر کیا ہے- دیکھئے: تفسیر ابن کثیر ج ۳ رص ۴۳۹ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ

(۸۰) مسند احمد بن حنبل: ج ۳ رص ۱۶۴، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۸۱) سورۂ نازعات: آیات ۱ تا ۵

والے ہیں۔

ان آیات کی تفسیر میں علماء اور مفسرین کے مختلف اقوال ہیں، قاضی بیضاوی ان اقوال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تترع عن الابدان غرقاً أى نزعاً شديداً من اغراق النازع فى القوس و تنشط الى عالم الملكوت و تسبح فيها فتسبق الى حظائر القدس و تصير لشرفها و قوتها من المدبرات۔(۸۲)

مندرجہ بالا عبارت میں قاضی بیضاوی نے آیات میں وارد ان صفات کو نفوس فاضلہ کی صفات کہا ہے۔نفوس فاضلہ بدن سے مفارقت کے بعد عالم ملکوت کی طرف جاتے ہیں اور اس میں سیر کرتے ہیں، اور پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں، اور اس کے شرف و قوت کی وجہ سے یہ نفوس فاضلہ مدبرات امر یعنی کاموں کی تدبیر اور انتظام کرنے والے ہو جاتے ہیں۔

آیت کریمہ میں اللہ ارشاد فرماتا ہے:

لا تقولو المن يقتل فى سبيل الله اموات بل احياء ولكن لا تشعرون(۸۳)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، مگر تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔

و فيها دلالة على ان الارواح جواهر قائمة بأنفسها مغائرة لما يحس به من البدن تبقى بعدالموت داركة و عليه جمهور الصحابة و التابعين و به نطقت الايات و السنن و على هذا فتخصيص الشهداء لأختصاصهم

(۸۲) تفسیر بیضاوی: ج ۵ ص ۴۴۵، دار الفکر، بیروت
(۸۳) سورۂ البقر: آیت ۱۵۴

بالقرب من الله تعالیٰ و مزيدة البهجة و الكرامة (۸۴)

ترجمہ:- اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ ارواح قائم بنفسہا ہوتی ہیں، بدن کے احساس سے مختلف ہوتی ہیں، موت کے بعد بھی وہ ادراک رکھتی ہیں، اسی پر جمہور صحابہ و تابعین ہیں، اور آیات و احادیث اسی کی گواہی دے رہی ہیں، لہٰذا آیت کریمہ میں شہداء کی تخصیص صرف اس بنیاد پر ہے کہ ان کو قرب الٰہی میں اختصاص حاصل ہے، اور یہ تخصیص ان کی فرحت اور ان کی کرامت و بزرگی میں اضافے کے لئے ہے-

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موت کے بعد بھی روحوں کے سننے اور ادراک رکھنے کا عقیدہ جمہور صحابہ اور تابعین کا ہے- اس سلسلہ میں اہل سنت کے عقیدے کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سعد الدین التفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں-

لما كان ادراك الجزئيات مشروطاً عند الفلا سفة بحصول الصورة فی الآلات فعند مفارقة النفس و بطلان الآلات لا تبقی مدركة للجزئيات ضرورة انتفاء المشروط بانتفاء الشرط و عندنا لما لم تكن الالات شرطاً فی ادراك الجزئيات اما لأنه ليس بحصول الصورة لا فی النفس و لا فی الحس اما لأنه لايمتنع ارتسام صورة الجزئی فی النفس بل ظاهر من قواعد الاسلام أنه يكون للنفس بعد المفارقة ادراكات متجددة جزئية و اطلاع علی بعض جزئيات احوال الاحياء سيّما الذين كان بينهم و بين الميت تقارب فی الدنيا و هذا ينتفع بزيارة القبور و الاستعا نة بنفوس الاحياء من الأموات فی استنزال الخيرات و استدفاع الملمات فان للنفس بعد المفارقة تعلقا ما بالبدن و بالتربة التی دفنت فيها فاذا زار الحی تلك التربة و توجه تلقاء نفس الميت بين النفسين ملاقاة و افاضات-(۸۵)

---

(۸۴) تفسیر بیضاوی: ج ۱ رص ۴۳۰، دار الفکر، بیروت

(۸۵) شرح مقاصد: علامہ تفتازانی: ج ۲ رص ۴۳، دار المعارف النعمانیۃ، لاہور، پاکستان ۱۴۰۱ھ

ترجمہ:- جب فلاسفہ کے نزدیک جزئیات کا ادراک آلات میں صورت کے حصول کے ساتھ مشروط ہے تو نفس کے جدا ہونے اور آلات کے باطل ہونے کی صورت میں جزئیات کا ادراک کرنے والی قوت مدرکہ باقی نہیں رہے گی- کیونکہ شرط کے منتفی ہونے کے وقت مشروط کا منتفی ہونا ضروری ہے اور ہمارے نزدیک جزئیات کے ادراک میں آلات شرط نہیں ہیں- یا تو اس لئے کہ جزئیات کا ادراک حصول صورت کے ذریعہ نفس میں ہوگا نہ جس میں، یا یہ وجہ ہے کہ جزئی صورت کا نفس میں مرتسم ہونا ممتنع ہے، بلکہ یہ بات قواعد اسلام سے ظاہر و واضح ہے کہ مفارقت کے بعد نفس کو جدید جزئی ادراکات اور زندوں کے بعض جزئی احوال پر اطلاع ہوتی ہے، خصوصاً جب کہ میت اور ان لوگوں کے مابین دنیا میں قربت رہی ہو- یہ فائدہ زیارۃ قبور اور وفات یافتہ نفوس اخیار سے استعانت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، خیرات کے حصول اور پریشانیوں کے دفاع کی صورت میں- اس لئے کہ بدن سے مفارقت کے بعد بھی روح کو اس کے بدن اور جس جگہ وہ دفن ہوتا ہے اس سے یک گونہ تعلق باقی رہتا ہے، تو جب کوئی زندہ اس جگہ کی زیارت کرتا ہے اور میت کی روح کی طرف توجہ کرتا ہے تو دونوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے-

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ اموات کی ارواح کو جسم سے مفارقت اور جدائی کے بعد عالم برزخ میں حیات اور ادراک حاصل ہوتا ہے، ہر فرد کو اس کے مرتبہ کے مطابق جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے دیا ہے، وہ صفات و افعال جو اس دنیا میں ہیں وہ عالم برزخ کی صفات و افعال سے مختلف ہیں- مثلاً انسان دنیاوی زندگی میں کھانے اور پینے کا محتاج ہوتا ہے مگر عالم برزخ کی حیات میں ایسا نہیں ہے اور اسی طرح سماعت جو اس عالم دنیا میں پردۂ سماعت وغیرہ کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، اس عالم میں ایسا نہیں ہے- اور ممکن ہے جن علماء نے ارواح کے علم و سماع کا انکار کیا ہے اس سے یہی ادراک و سماع مادی مراد ہو- بالجملہ عالم برزخ عالم ملکوت سے قریب و مشابہ ہے لہٰذا عالم برزخ کے

افعال اس عالم کے افعال کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہوتے ہیں، اس باب میں وارد شدہ روایات، صحیحہ پر اگر تأمل اور غور وفکر کیا جائے تو اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھ جائیں گی اور مسئلہ آشکار ہو جائے گا۔

شرح مسائرہ میں لکھا ہے کہ امور برزخ کو امور دنیا پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ (۸۶) ملاحدہ نے امور برزخ کا انکار کیا ہے جو محض استبعاد ہے، یہی وجہ ہے کہ ملاحدہ معجزات وکمالات میں کلام کرتے ہیں، یہ دراصل قادر مطلق کی قدرت سے ناواقفیت کی بنیاد پر ہے، یہ ملاحدہ جو اصل نبوت اور معاد و عذاب وثواب بلکہ تمام شرائع کے منکر ہیں، ان سے برزخ کے معاملہ میں یہ کلام کوئی تعجب خیز نہیں ہے، کمال حیرت تو اس بات پر ہے کہ بعض وہ لوگ جو اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور خود کو شارع علیہ السلام کی اتباع سے خارج نہیں گردانتے وہ بھی ان ملاحدہ کی تقلید میں بڑا نامناسب کلام کرتے ہیں، کبھی صراحتاً اور کبھی کنایتاً ایسا کلام کرتے ہیں، جو ملاحدہ کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے، یہ لوگ روایات صحیحہ قویہ کو طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں اور ضعیف الدلالۃ، ضعیف المتن روایات کو اپنے وہم کی وجہ سے قویہ گمان کرتے ہیں، اور محافل و مجالس میں اس کا کھل کر اعلان کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے بعد ''جذب القلوب'' میں تحریر فرمایا ہے:

بدانکه تمامهٔ اهل سنت و جماعت اعتقاد دارند به ثبوت ادراکات مثل علم و سماع مر سائر اموات را (۸۷)

ترجمہ:- جان لو کہ تمام اہل سنت و جماعت کا اعتقاد یہ ہے کہ ادراکات جیسے علم و

(۸۶) المسامرۃ بشرح المسائرہ: کمال ابن ابی شریف: ص ۲۳۰، مطبع امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۷ھ

(۸۷) جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۸۶/۲۸۵، مطبع اندیان، کلکتہ ۱۲۶۳ھ

سماع وغیرہ تمام اموات کے لئے ثابت ہے۔

اسی طرح ''جامع البرکات'' وغیرہ میں بھی لکھا ہے، نیز شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ نے تفسیر عزیزی میں جگہ جگہ ارواح کاملہ کے تصرفات اور زائرین قبر کی معرفت اور ادراک کی تصریح کی ہے۔

''شرح علیین ''میں لکھا ہے کہ روح کو قرب وبعد مکانی مانع نہیں ہوتا اور تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ اولیاء مدفونین اور دیگر مدفونین سے انتفاع واستفادہ جائز ہے۔

شرح برزخ میں فرماتے ہیں:

روی ان الانسان اذا صعب علیه امراً فینادی ولیاً من اولیاء الله ان کان حیاً یسمعهٗ الریح طرفة عین أو یعلم الولی بکشف القلوب و ان کان میتاً فیسمع الملائکة فتعین بالشفاعة عنه الله تعالیٰ و علیه المشائخ

ترجمہ:۔روایت کی گئی ہے کہ جب انسان کسی پریشانی میں ہو تو اللہ کے ولیوں میں کسی ولی کو پکارے اگر وہ ولی زندہ ہونگے تو پلک جھپکتے ہی ہوا اس کی آواز ان ولی تک پہنچا دے گی، یا وہ ولی کشف قلوب کے ذریعہ اس کو جان لیں گے، اور اگر وہ ولی وفات یافتہ ہوئے تو فرشتے ان تک اس کی ندا پہنچا دیں گے، اللہ تعالیٰ ان ولی کی شفاعت کی وجہ سے اس شخص کی مدد فرمائے گا، مشائخ کا اسی پر عمل ہے۔

فصل دوم

اس فصل میں ہم مخالفین کے اوہام کا ازالہ کریں گے اور خاص کر وہ دلیلیں جو ''تقویت الایمان'' میں ذکر کی گئی ہیں ان کا جائزہ لیں گے، کیونکہ اس منکر (حیدر علی ٹونکی) کو سوائے اس کتاب کے اور کسی کتاب کا نام یاد نہیں ہے، بار بار اسی کتاب کا حوالہ دیتا ہے، درحقیقت یہ بھی اس کی مجبوری ہے، کیونکہ ائمہ سابقین کی کتب میں اس کو اپنے اس اختراعی مسئلہ کا نام ونشان بھی نہیں ملے گا بلکہ ہر جگہ اس کو اپنے موقف کے خلاف ہی ملے گا۔ جب علماء امت میں سے معتبر اور معتمد حضرات کی کتب میں اس کو اپنے نظریات کی تائید نہ ملے تو وہ اگر بار بار ''تقویت الایمان'' کا حوالہ نہ دے تو پھر اور کیا کرے۔ ہم تمام اسماعیلیہ سے عرض کرتے ہیں کہ صاحب تقویت الایمان کی سند کسی مستند کتاب سے دکھا دیں، اور یہ لوگ کیسے دکھا سکتے ہیں، حالانکہ ان کی رائے جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔

صاحب تقویت الایمان نے اپنے من گھڑت تراشیدہ احکام کی دلیل میں چند آیات اور احادیث نقل کی ہیں، نہ یہ خیال کیا کہ ان آیات کا شان نزول کیا ہے؟ نہ یہ کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہیں؟ پھر ان آیات کی تفسیر وتشریح صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) اور جمہور محدثین ومفسرین کے برخلاف اپنے دل سے گڑھ کر ان پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھی ہے، اور دلیل میں حق کے ساتھ باطل کو عجیب طرح خلط ملط کر

دیا ہے، کہیں ایسا کیا ہے کہ جز کا حکم کل پر لگا دیا ہے، دلیل کے مقدمات میں غور وفکر کرنے سے یہ بات آشکارہ ہوتی ہے کہ باوجود تحریفات کے بعض مقدمات کو دلیل سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور پھر عوام کو دھوکا دینے کے لئے جگہ جگہ مقدمات کاذبہ کو مقدمات صادقہ کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے- اس کارستانی سے عوام اکثر دھوکا کھا جاتی ہے-

دعا اور پکارنے میں فرق

جہاں جہاں آیات قرآنی میں لفظ ''دعا'' آیا ہے تقویت الایمان میں اس کا ترجمہ ''پکارنا'' کیا گیا ہے، اور پھر پکارنے والے پر شرک کا حکم لگا دیا گیا ہے- اگرچہ پکارنے والا جس کو پکار رہا ہے، اس کی الوہیت کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو- حالانکہ اگر پکارنا اعتقاد الوہیت کے بغیر ہو تو اس کے شرک ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے-

روایات صحیحہ میں دعا کا عبادت کے معنی میں ہونا خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے-

عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ ادعوني استجب لكم الى آخرالآية (۸۸)

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دعا ہی عبادت ہے اور پھر حضور نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ادعـــونـــی

(۸۸) الف: المستدرك للحاكم: كتاب الدعاء و التكبير والتهليل والتسبيح والذكر

حاکم نے فرمایا: هذا حديث صحيح الاسناد: ج ۱ ص ۶۶۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۰ء

ب: سنن ابی داؤد: باب الدعاج ۲ ص ۷۶ دار الفکر، بیروت

ج: جامع الترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة البقرة

امام ترمذی نے فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح''

د: سنن ابن ماجہ: باب فضل الدعاء ج ۲ ص ۱۲۵۸، دار الفکر، بیروت

ہ: مسند احمد بن حنبل: ج ۴ ص ۲۶۷، موسسہ قرطبہ، قاہرہ

أستجب لكم-

تفسیر مدارک میں ہے:

قال ربکم "ادعونی اعبدونی استجب لکم" و الدعاء بمعنی العبادة کثیر فی القرآن و یدل علیه قوله ان الذین یستکبرون عن عبادتہ و قال صلی الله علیه وسلم الدعاء هو العبادة و قرأ هذه الآیة-(۸۹)

ترجمہ:-تمہارے رب نے فرمایا "ادعونی" یعنی میری عبادت کرو "استجب لکم" اور قرآن کریم میں دعا عبادت کے معنی میں بکثرت وارد ہے، اس آیت میں دعا عبادت کے معنی میں ہے اس پر آیت کا اگلا حصہ "ان الذین یستکبرون عن عبادتہ" دلالت کر رہا ہے-(۹۰)

اور اگر دعا عبادت کے معنی میں نہ ہو بلکہ صرف پکارنے اور ندا کرنے کے معنی میں ہو تو بھی مطلقاً شرک نہیں ہوگی، اس لئے کہ مشرکین کی دعا ندا اور پکارنا غیر اللہ کی الوہیت کے اعتقاد کے ساتھ تھا، اور کلمۂ توحید کے انکار کے ساتھ تھا- لہٰذا شرک کا دارومدار صرف پکارنے پر نہیں، بلکہ شرک اس وقت ہوگا جب غیر اللہ کو پکارنے کے ساتھ ساتھ اس کی الوہیت کا اعتقاد رکھا جائے-

---

(۸۹) تفسیر مدارک: تفسیر سورۂ مومن آیت ۶۰ - ج ۴/ص ۸۷ موسسہ علوم القرآن، دمشق ۱۴۰۴ھ

(۹۰) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "ادعونی أستجب لکم والذین یستکبرون عن عبادته سیدخلون جهنم داخرین" (المؤمن آیت ۶۰) ترجمہ:-"تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا، اور وہ لوگ جو میری عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے"-اس آیت میں دعا عبادت کے معنی میں ہے، اس کی دلیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پیش کی جاتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی- صاحب تفسیر مدارک فرماتے ہیں کہ خود اگر اسی آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں دعا عبادت کے معنی میں ہے، آیت کے پہلے حصہ میں دعا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور پھر اگلے حصہ میں فرمایا "جو لوگ اس کی عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں" یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "ادعونی" میں دعا عبادت کے معنی میں ہے-

تفسیر میں آیت کے مورد نزول کی اہمیت

صاحب ''تقویت الایمان'' نے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ آیات میں جہاں بھی لفظ دعا وارد ہوا ہے وہاں پر اس کے شان نزول پر بالکل توجہ نہیں کی- اور آیات کے اسباب نزول سے صرف نظر کر کے ان کو غیر محمل میں منطبق کیا ہے- اور اپنے گڑھے ہوئے معانی اور آیات کے درمیان فرضی ربط پیدا کرنے کی کوشش کی ہے-

حالانکہ موارد نزول کی معرفت اور ان کی رعایت علم تفسیر کا ایک اہم رکن ہے، جو خود صحابۂ کرام سے ثابت ہے، بخاری، مسلم اور ترمذی میں حضرت ابن عباس کے بارے میں روایت موجود ہے کہ:

ان مروان قال اذهب یا رافع لبوّابه الی ابن عباس فقل لئن کان کل امرئ منا فرح بمااتیٰ و احب ان یحمد بما لم یفعل معذباً لنعذبن اجمعون فقال ابن عباس مالکم و لهذه الآیة انما انزلت هذه الآیة فی اهل الکتاب ثم تلا ابن عباس و اذ اخذ الله میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننه للناس و لاتکتمونه- (۹۱)

ترجمہ:- مروان نے اپنے دربان سے کہا، اے رافع! ابن عباس کے پاس جا کر کہو کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیے، اگر ایسے شخص کو عذاب دیا جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا- ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے یہ آیات تو اہل کتاب کے متعلق نازل کی گئی ہیں، پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیات تلاوت کیں ''و اذ اخذ الله'' الخ (ترجمہ) اور یاد کرو جب اللہ

---

(۹۱) الف: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون الخ

ب: صحیح مسلم: کتاب صفات المنافقین واحکامهم

ج: جامع الترمذی: ابواب التفسیر: باب و من سورۃ آل عمران

نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو لوگوں سے ضرور بیان کرو گے، اور اس کو نہیں چھپاؤ گے، تو انہوں نے معمولی معاوضہ کے بدلے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا، تو جس چیز کو وہ خرید رہے ہیں وہ کیسی بری ہے- ان کو ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پائیں گے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے- (۹۲)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیات جس سیاق وسباق میں نازل ہوئی ہیں ان سے قطع نظر کر کے آیات کی تفسیر کرنا درست نہیں ہے- آپ نے دیکھا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام انہوں نے نہیں کئے اس پر اپنی تعریف کے خواہش مند ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے عذاب ہے- اس سے مروان کو تشویش ہوئی کہ اگر یہی بات ہے تو ہم میں سے کون ہے جو اپنے کاموں پر خوش نہ ہوتا ہو، لہذا ہم میں سے کوئی عذاب سے نہ بچ سکے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے ان کی تشویش یہ کہہ کر دور کر دی کہ یہ آیت اہل اسلام کے بارے میں نہیں ہے بلکہ یہ تو اہل کتاب کے بارے میں ہے-

امام سیوطی الاتقان میں حضرت ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں-

اخرج ابو الشیخ من الضحاك قال قال ابن عباس احفظ عنّی کل شی فی القرآن و ما لهم فی الارض من ولی و لانصیر فهو للمشرکین فأما المومنون فما اکثر انصارهم و شفعاء هم (۹۳)

ترجمہ:- ابو الشیخ نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن

---

(۹۲) سورۂ آل عمران: آیت ۱۸۷، ۱۸۸

(۹۳) الاتقان فی علوم القرآن : السیوطی: ج ۱ ص ۴۲۳، دار الفاروق الحدیثة، القاهره ۱۴۱۵ھ النوع التاسع فی معرفة الوجوه و النظائر

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قرآن کی ہر بات مجھ سے سن لو اور یاد کر لو- قرآن میں جہاں کہیں بھی "مالهم في الارض من ولي و لانصير" (ان کے لئے دنیا میں کوئی ولی و نصیر نہیں) ہے وہ مشرکین کے لئے آیا ہے کیونکہ مومنین کے تو بہت انصار اور شفاعت کرنے والے ہیں-

اس روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کے وقت آیتوں کے سیاق و سباق اور ان کے موارد نزول کو مدنظر رکھنا چاہیے- یعنی جو آیات مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنین پر منطبق کرنا درست نہیں ہے- بلکہ یہ تو گمراہ خارجیوں کا طریقہ تھا- امام بخاری حضرت ابن عمر کا فرمان نقل فرماتے ہیں:

و كان ابن عمر يراهم شرار الخلق و قال انهم انطلقوا الى آيات نزلت في الكفار، فجعلوها على المؤمنين (۹۴)

ترجمہ:- ابن عمر خوارج کو مخلوق خدا میں سب سے زیادہ برا گمان کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں، ان کو خوارج مسلمانوں کے اوپر محمول کر دیا کرتے تھے-

غرض کہ اس بات کے شواہد بہت ہیں کہ آیات قرآنیہ کو موارد نزول سے کاٹ کر دیکھنا اور ان کے سیاق و سباق کو یکسر نظر انداز کر دینا صحابہ اور جمہور مفسرین کے طریقے کے خلاف ہے-

جس وقت ''تقویت الایمان'' کا ہنگامہ برپا ہوا تو ایک شخص نے اسماعیل دہلوی سے کہا کہ جو آیات مشرکین کے حق میں وارد ہوئی ہیں، ان کو آپ نے مسلمانوں پر چسپاں کر دیا، اور پھر اس شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذکورہ بالا قول سنایا اور کہا کہ ولی و نصیر کی نفی مشرکین کے لئے ہے لیکن آپ نے صرف اس بنیاد

(۹۴) بخاری: كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم: باب قتل الخوارج و الملحدين بعد اقامة الحجة عليهم

پر مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا کہ وہ کسی کو اپنا ولی ونصیر سمجھتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ آیات کے شان نزول اور موارد کو صحابہ سے بھی زیادہ جانتے ہیں- اسماعیل دہلوی نے بے ساختہ جواب دیا کہ: ''صحابہ میں بہت سے لوگ تمہاری طرح اس آیت کے مصداق تھے: و ما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون (۹۵)

ترجمہ:- ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں لائے، مگر اس حال میں کہ وہ شرک کرتے ہیں- ہم صحابہ پر ایمان نہیں لائے ہیں-''

معاذ اللہ کیا دیانت وخوش فہمی ہے، حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "فاتبعو السواد الاعظم" (۹۶) ترجمہ:- سواد اعظم کی اتباع کرو-

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (۹۷) ترجمہ:- اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل علم سے پوچھ لو-

اسماعیل دہلوی نے ان سب کو پس پشت ڈال دیا - اور پھر آیت کریمہ "و مایؤمن اکثرھم باللہ الا و ھم مشرکون" کے بارے میں جو دہلوی نے کہا وہ بھی حدیث پاک "من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہٗ من النار" (۹۸)

ترجمہ:- جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے کے مصداق ہے-

اس آیت کو اس مقام پر لانا بھی اسی غلطی کی بنیاد پر ہے، کیونکہ یہ بھی ان مشرکین

---

(۹۵) سورۂ یوسف: آیت ۱۰۶

(۹۶) المستدرك للحاکم : عن ابن عمر : ج ۱ ص ۱۹۹

(۹۷) النحل آیت ۴۳

(۹۸) جامع الترمذی: عن ابن عباس: باب ما جاء فی الذی یفسر القرآن برأیہ :
امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے- ترمذی میں ایک دوسری روایت بھی ہے جس میں ''برایہ'' کی جگہ ''بغیر علم'' ہے- اس کو امام ترمذی نے حدیث حسن صحیح قرار دیا ہے-

کے حق میں نازل ہوئی ہے جو اللہ کی خالقیت کا اقرار تو کرتے تھے مگر اس کے باوجود کلمۂ توحید کا انکار کرتے تھے اور بتوں کو بھی معبود سمجھتے تھے۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے۔

و ما یؤ من اکثرھم فی اقرارہٖ باللہ و بأنہ خلقہ و خلق السمٰوٰت الا و ھو مشرك بعبادۃ الاوثان الجمھور علی انھا نزلت فی المشرکین، لأنھم مقرون باللہ خالقھم، و رازقھم و اذا حزّبھم امر شدید دعو اللّٰہ و مع ذلك یشرکون بہ غیرہ (۹۹)

ترجمہ:- نہیں ایمان لاتے ہیں ان میں کے اکثر اللہ کے اقرار میں اور اس بات کے اقرار میں کہ اسی نے ان کو اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے، مگر وہ (اس اقرار کے باوجود) مشرک ہیں، بتوں کو پوجنے کی وجہ سے، اس لئے وہ مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ ان کا خالق و رازق ہے، اور جب ان کو کوئی مصیبت آتی تو وہ اللہ ہی کو پکارتے تھے مگر اس کے باوجود وہ غیر کو اس کا شریک ٹھہراتے تھے، جمہور علماء کا موقف یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تقویت الایمان کے شروع میں بھی اس آیت کو نقل کر کے اس کی من مانی تفسیر کی گئی ہے اور تمام اہل اسلام بلکہ اولیاء و انبیاء کو نشانہ بنایا ہے۔ اب ہم "تقویت الایمان" کی چند عبارتوں کا ردو ابطال کریں گے جو ہمارے موضوع سے متعلق ہیں۔

تقویت الایمان کی پہلی عبارت

قال اللہ تعالیٰ و ان المساجد للہ فلاتدعوا مع اللہ احداً و انہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا قل انما ادعوا ربی و لا اُشرك بہ احدا

ترجمہ:- اور فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ جن میں اور بے شک سجدے اللہ ہی کو ہیں

(۹۹) تفسیر مدارک التنزیل: ابوالبرکات النسفی: ج ۲ ر ص ۲۰۷

سو نہ پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو اور جب کھڑا ہوتا ہے، بندہ اللہ کا کہ پکارے اس کو تو بے وقوف لوگ قریب ہے کہ ہو جائیں، اس پر ٹھٹھ کہہ کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے رب کو اور نہیں شریک سمجھتا ہوں کسی کو (فائدہ) یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہو گیا یہ جو چاہے سو دیوے اور جس سے جو چاہے چھین لے سو اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں، سو اس بندہ کو چاہیے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت پکارنا اللہ ہی کا حق ہے اور نفع نقصان کی امید رکھنی اسی سے چاہیے کہ یہ معاملہ اور کسی سے کرنا شرک ہے اور شرک سے میں بیزار ہوں سو کوئی یہ چاہے کہ یہ سمجھ سے کرے اور میں اس سے راضی ہوں یہ ہرگز ممکن نہیں، اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ ادب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا انہیں کاموں سے ہے کہ اللہ صاحب نے خاص اپنے لئے ٹھہرائے ہیں اور کسی سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔(۱۰۰)

---

(۱۰۰) تقویت الایمان: ص ۳۱، ۳۲ کتب خانہ رحیمیہ، دیو بند

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں جہاں بھی تقویت الایمان کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ تقویت الایمان کے بالکل ابتدائی نسخوں سے لی گئی ہیں۔تقویت الایمان کی بعد کی اشاعتوں میں بہت سی جگہ تبدیلی اور کاٹ چھانٹ ہوتی رہی ہے۔اس وقت ہمارے پیش نظر تقویت الایمان کا وہ نسخہ ہے جو کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سے شائع ہوا ہے۔جب مذکورہ بالا عبارت کا ہم نے اس نسخہ سے مقابلہ کیا تو اس میں کئی جگہ تبدیلی پائی مثلاً مصنف کی نقل کردہ عبارت میں ہے "فرمایا اللہ صاحب نے" مگر اس نسخہ میں "فرمایا اللہ تعالیٰ نے" چھپا ہے۔اسی طرح ایک جگہ ہے کہ "تو بے وقوف لوگ قریب ہے کہ ہو جائیں اس پر ٹھٹھ" مگر اس نسخہ سے لفظ بے وقوف نکال کر عبارت یوں ہے "تو لوگ قریب ہے کہ ہو جاویں اس پر ٹھٹھ"۔اسی طرح یہاں بھی اور آگے کی عبارتوں میں بھی جگہ جگہ تبدیلی موجود ہے۔

یہ تحریف اور کاٹ چھانٹ اسی زمانہ میں شروع ہو گئی تھی۔مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تقویت الایمان

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تقویت الایمان کی پہلی عبارت کارد

یہ عجیب وغریب عبارت ہے کہ آیت کریمہ سے مطلقاً کوئی مناسبت اور تعلق نہیں رکھتی، آیت کریمہ کی یہ تفسیر جمہور مفسرین کے خلاف ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ:

حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا ابو عوانة عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: انطلق رسول اللّٰہ فی طائفة من اصحابه عامدین الی سوق عکاظ، و قد حیل بین الشیاطین و بین خبر السماء و ارسلت علیهم الشهب فرجعت الشیاطین فقالوا مالکم؟ فقالوا: حیل بیننا و بین خبر السماء و ارسلت علینا الشهب قال ما حال بینکم و بین خبر السماء الا ما حدث، فضربوا مشارق الارض و مغاربها ینظرون ما هذا الامر الذی حال بینهم و بین خبر السماء قال فانطلق الذین توجهوا نحو تهامة الی رسول اللّٰہ بنخلة وهو عامد الی سوق عکاظ، و هو یصلی باصحابه صلاة الفجر فلما سمعوا القرآن تسمعوا له فقالوا هذا الذی حال بینکم و بین خبر السماء، فهنالك رجعوا الی قومهم، فقالوا: یا قومنا انا سمعنا قرآنا عجبا یهدی الی الرشد فامنا به و لن نشرك بربنا احدا و انزل اللّٰه عز وجل علی نبیه قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن و انما اوحی

بقیہ حاشیہ:

کی بحث شفاعت کے رد میں ایک تحقیقی کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام "فوز المومنین بشفاعة الشافعین" ہے اس میں آپ نے اس تحریف کی چند مثالیں دی ہیں۔ راقم الحروف نے اس کتاب کی تسہیل، تخریج اور تحقیق کی ہے، جو عنقریب (ان شاء اللہ) ''عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں'' کے نام سے منظر عام پر آ رہی ہے اس میں ہم نے تقویت الایمان کے مختلف نسخوں کا مقابلہ کر کے مسئلہ تحریف پر تفصیلی نوٹ لگایا ہے، لہٰذا یہاں ہم اس بحث کو قلم انداز کرتے ہیں، اہل ذوق وہاں اس بحث کا مطالعہ کریں۔

الیہ قول الجن (۱۰۱)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کے ارادے سے روانہ ہوئے، اس زمانے میں شیطانوں سے آسمانوں کی خبریں بند کردی گئیں تھیں، اوران پر آسمان سے انگارے برستے تھے، جب شیاطین آسمان سے ناکام واپس آئے تو دوسرے جنات نے پوچھا کیابات ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے آسمانی خبریں روک لی گئیں، اور ہم پر انگارے برسائے گئے، دریافت کرنے والوں نے کہا کہ خبریں رکنے کا سبب لامحالہ کوئی ایسا واقعہ ہے جو ابھی نیا ہوا ہے، تم لوگ زمین کے مشرق ومغرب میں گھوموا ور دیکھو کیا چیز ہے جو ان کے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوگئی ہے- وہ چل دیئے، تہامہ کی طرف آنے والے جنات کا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا جو اس وقت مقام نخلہ میں تھے اور بازار عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور اس وقت صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات نے جب قرآن سنا تو غور سے سنتے رہ گئے، اور کہنے لگے کہ اسی سبب سے ہم سے آسمانی خبریں بند کرلی گئی ہیں، یہ سن کر فوراً واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور کہا کہ اے قوم! ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، جو راہ راست کی ہدایت کرتا ہے، ہم تو اس پر ایمان لے آئے، اب اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اس کے بعد اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: "قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن" الخ درحقیقت جنات کا قول آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا تھا-

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ سے حضور کی ذات گرامی مراد ہے اور "کادوا یکونون علیه لبدا" سے صحابہ کی جماعت مراد ہے- ترمذی

(۱۰۱) الف: صحیح بخاری: کتاب التفسیر: باب تفسیر سورۃ الجن: عن ابن عباس
ب: مسلم کتاب الصلوٰۃ: باب الجهر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن

نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

قال قول الجن لقومهم لما قام عبد الله يدعوهٗ كادوا يكونون عليه لبدا قال لما رأوه يصلي و اصحابه يصلون بصلاته فيسجدون بسجودہٖ قال فعجبوا من طواعية اصحابه له قالوا لقومهم لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا قال هذا حديث حسن صحيح (۱۰۲)

ترجمہ:- ابن عباس نے فرمایا کہ جنات کا اپنی قوم سے یہ کہنا "لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا" یہ اس وقت ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے صحابہ آپ کی اقتداء کر رہے تھے، صحابہ کا اس طرح حضور کی اقتداء کرنا ان کو تعجب خیز معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا، جب اللہ کا بندہ کھڑا ہوتا ہے تا کہ اس کی عبادت کرے تو لوگ اس پر ہجوم کر کے آجاتے ہیں، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں عبداللہ سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور جو لوگ آپ پر ہجوم در ہجوم آتے ہیں، ان سے صحابہ کی جماعت مراد ہے۔

اس سے قطع نظر کہ آیت کریمہ میں لفظ "یدعو" کے معنی میں اسماعیل دہلوی نے تحریف کی بلکہ لفظ "کادوا یکونون" جو صحابۂ کرام کے بارے میں ہے، کیسی بے ادبی کے ساتھ اس سے بے وقوف لوگ مراد لئے ہیں اور آیت کریمہ کا وہ معنی بیان کیا جس کو صحیح ثابت تفسیر سے کوئی مناسبت اور تعلق نہیں اور حق سے کتنا دور ہو گیا اور اگر مصنف کے زعم فاسد میں ابن عباس کی تفسیر یا صحیح بخاری، مسلم اور جامع ترمذی قابل استناد نہیں ہیں تو ان سب سے قطع نظر خود مصنف نے آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اگر چہ وہ صحیح تفاسیر کے خلاف ہی سہی مگر اپنے بیان کردہ فائدہ میں جو باتیں لکھی ہیں وہ اس

(۱۰۲) ترمذی: کتاب التفسیر: باب و من سورة الجن

ترجمہ سے کیا مناسبت رکھتی ہیں، اگر اس کے ترجمہ اور فائدہ میں بیان کردہ امور پر غور کرلیا جائے تو یہ بات صاف طور پر سمجھ میں آتی ہے۔

ہاں! اس آیت کی ایک تفسیر اور آئی ہے، جس کو امام ترمذی نے سعید بن جبیر سے روایت کر کے تصحیح کی ہے وہ روایت یہ ہے کہ:

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال کان الجن یصعدون الی السماء یستمعون الوحی فاذا الکلمة زادوا فیها تسعا فاما الکلمة فتکون حقا و اما ما زادوه فیکون باطلاً فلما بعث رسول الله صلی الله علیه وسلم منعوا مقاعدهم فذکروا ذلك لابلیس ولم تکن النجوم یرمی بها قبل ذلك فقال لهم ابلیس ما هذا الا من امر قد حدث فی الارض فبعث جنوده فوجدوا رسول الله صلی الله علیه وسلم قائماً یصلی بین جبلین اراه قال بمکة فلقوه فاخبروه فقال هذا الحدیث الذی حدث فی الارض هذا حدیث حسن صحیح (۱۰۳)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جنات آسمان کی طرف چڑھتے اور وحی سننے کی کوشش کرتے تھے، جب ایک بات سنتے تو اس میں نو باتیں اپنی طرف سے بڑھا دیتے تھے، وہ ایک بات تو حق ہوتی تھی اور جو وہ بڑھاتے تھے وہ باطل اور غلط ہوتی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا، تو جس جگہ بیٹھ کر وہ وحی سنتے تھے اس جگہ سے ان کو روک دیا گیا، انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا، اس سے پہلے ستاروں سے پھینک کر (ان کو) نہیں مارا جاتا تھا، ابلیس نے ان سے کہا، یقیناً زمین میں کوئی نئی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ رکاوٹ ہے، اس نے اپنے لشکر روانہ کئے، لشکر نے حضور علیہ السلام کو اس حال میں پایا کہ آپ دو پہاڑوں کے درمیان نماز پڑھ رہے ہیں (راوی کہتا ہے کہ شاید مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے) یہ دیکھ کر وہ ابلیس سے ملے اور اس کو خبر دی، اس نے کہا یہی بات ہے جو زمین میں نئی پیدا ہوئی

(۱۰۳) ترمذی کتاب التفسیر: باب و من سورة الجن

ہے-یہ حدیث حسن صحیح ہے-

اور بعض مفسرین کے نزدیک ''لما قام عبد الله" یہ "اوحی" کا مفعول ہے اور "کادوا یکونون'' کی ضمیر صحابہ کی طرف نہیں بلکہ جنات کی طرف لوٹ رہی ہے، ہرچند اس بارے میں بخاری، مسلم اور ترمذی کی حسن صحیح قرار دی ہوئی روایت کے مقابلہ میں اس روایت پر اعتماد اور ترجیح مناسب نہیں ہے اس کے باوجود یہ روایت بھی صاحب تقویت الایمان کے گڑھے ہوئے ترجمہ اور تفسیر سے کوئی تعلق نہیں رکھتی-

علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وانّ المساجد لله" مختصة به "فلا تدعوا مع الله احداً، فلاتعبدوا فيها غيره (۱۰۴)

ترجمہ:- بے شک سب مسجدیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں تو اس میں اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو-

آگے فرماتے ہیں:

"و انه لما قام عبد الله" اى النبى صلى الله عليه وسلم و انما ذكر بلفظ العبد للتواضع فانه واقع موقع كلامه عن نفسه و الاشعار بما هو المقتضى لقيامه "يدعوه" يعبده "كادوا" كاد الجن يكونون عليه لبدا متراكمين من ازدحامهم عليه مجتمعين لابطال امره (۱۰۵)

ترجمہ:-"وانه لما قام عبد الله" اس میں عبداللہ سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور یہاں آپ کا ذکر لفظ عبد (بندہ) سے کیا گیا ہے، یہ تواضعاً اور انکساراً ہے، اس لئے کہ یہ لفظ ایسے موقع محل میں وارد ہے، جہاں آپ خود اپنے بارے میں کلام فرما رہے ہیں اور یہ آپ کے سبب قیام کی طرف اشارہ بھی ہے کہ آپ کیوں کھڑے ہو رہے ہیں، یدعوہ یعنی یعبدہ (اس کی عبادت کررہا ہے)" کادوا" یعنی جنات اس

(۱۰۴) تفسیر بیضاوی: تفسیر سورۃ الجن، ج۵/ص۴۰۰، دارالفکر، بیروت

(۱۰۵) مرجع سابق

بندے پر بھیڑ لگاتے ہیں ایک کے اوپر ایک، اس بندے (یعنی حضور) کے معاملہ کو ختم کرنے کے لئے۔

تفسیر روح البیان میں ہے:

یدعوہ ای یعبدہٗ و ذلك قیامه لصلاة الفجر بنخلة کما سبق "کادوا" ای قرب الجن یکونون علیه لبدا جمع لبدة بالکسر نحو قربة و قرب و هی ما تلبد بعضه علی بعض ای تراکب و تلاصق و منها لبدة الاسد و هی الشعر المتراکب بین کتفیه و الجن متراکمین یرکب بعضهم بعضا و یقع من ازدحامهم علی النبی علیه السلام تعجبا مما شاهدوا من عبادته و سمعوا من قرائته و اقتداء اصحابه به قیاماً و قعودا و سجودا لانهم رأوا مالم یروا مثله قبله و سمعوا ما لم یسمعوا بنظیره و علی قرائة الکسر اذ جعل مقول الجن فضمیر کادوا لاصحابه علیه السلام الذین کانوا مقتدین به فی الصلوٰة (۱۰۶)

ترجمہ:-یدعوہ' کا معنی ہے، یعبدہٗ' (وہ بندہ اس کی عبادت کرتا ہے) یہ مقام نخلہ میں حضور علیہ السلام کے نماز فجر ادا کرنے کی طرف اشارہ ہے، جیسا کہ پیچھے مذکور ہوا "کادوا" یعنی قریب تھا کہ جن ان پر ہجوم کرتے "لبداً" لبدۃٌ کی جمع ہے جیسے قربۃٌ لِبد کا معنی ہے ایک دوسرے سے گتھ جانا، یعنی ایک کے اوپر ایک ٹھٹھ لگانا، اور اسی سے کہا جاتا ہے "لبدة الاسد" یعنی شیر کے وہ بال جو اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک دوسرے میں گتھے ہوئے ہوتے ہیں، اور مراد یہ ہے کہ جنات ایک کے اوپر ایک ہجوم کئے ہوئے حضور علیہ السلام کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہے تھے، انہیں اس سے تعجب و حیرت تھی جو انہوں دیکھا حضور کی عبادت اور آپ کی قراءت، اور آپ کے صحابہ کی اقتداء، قیام، قعود اور سجود وغیرہ میں، اس لئے کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں دیکھا اور جو کچھ سنا پہلے ایسا نہیں سنا تھا- اور اگر "أنه لما قام" میں

(۱۰۶) روح البیان: ج ۱۰/۱۹۸، المکتبة الاسلامیة، استنبول ۱۹۲۸ء

أنه کے الف پر زیر پڑھا جائے یعنی اِنَّه تو یہ ابتداء سورت میں واقع "فقالوا" کا مقولہ بن جائے گا، اور اس صورت میں "کادوا" کی ضمیر صحابۂ کرام کی طرف لوٹے گی جو اس موقع پر حضور کی اقتداء کر رہے تھے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ آیت کریمہ میں "کادوا یکونون علیه لِبدا" (یعنی اس اللہ کے بندے پر ہجوم لگاتے ہیں) سے مراد یا تو صحابہ ہیں یا پھر وہ جنات ہیں جو حیرت واستعجاب کی وجہ سے آپ کو دیکھنے کے لئے ایک کے اوپر ایک گرے پڑ رہے تھے، اب آپ غور کریں صاحب تقویت الایمان نے کہاں کی آیت کہاں لاکر چسپاں کی ہے۔

تقویت الایمان کی دوسری عبارت

قال الله تعالیٰ: إن یدعون من دونه الا إناثا و إن یدعون الا شیطانا مریدا

ترجمہ:- فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ نساء میں کہ نہیں پکارتے ہیں لوگ ورے اللہ کے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے ہیں مگر شیطان سرکش کو کہ لعنت کی اس کو اللہ نے۔

فائدہ:- یعنی اللہ صاحب کے سوا جو اوروں کو پکارتے ہیں سو اپنے خیال میں عورتوں کا تصور باندھتے ہیں، کوئی حضرت بی بی کا نام ٹھہراتا ہے، کوئی بی بی آسیہ کا، کوئی بی بی اتاولی کا، کوئی لال پری کا، کوئی سیاہ پری کا غرض کہ ایسے ہی تصور باندھتے ہیں اور وہاں حقیقت میں نہ کوئی عورت ہے نہ مرد یہ محض اپنا خیال ہے۔ (۱۰۷)

تقویت الایمان کی دوسری عبارت کا رد

عجیب تفسیر ہے بلکہ ترجمہ ہی درست نہیں ہے اور شان نزول کا لحاظ نہ کرنے کی تو صاحب تقویت الایمان نے گویا قسم کھالی ہے اور جمہور مفسرین کی مخالفت کو اپنا شعار بنا

(۱۰۷) تقویت الایمان ص ۳۸، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

لیا ہے چونکہ سر دست ہمارا مقصد انبیاء اور اولیاء کو ندا کرنے پر حکم شرک لگانے کا رد کرنا ہے، لہٰذا ہم اس عبارت میں واقع دوسری تلبیسات اور تحریفات سے قطع نظر کرتے ہیں اور اس کو کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

ہم یہاں صرف چند معتبر تفاسیر کے حوالہ سے واضح کریں گے کہ اس آیت میں "یدعون" کا کیا معنی ہے؟ اور اس عبارت کی دوسری غلطیاں ایسی ہیں کہ تأمل وتفکر کے بعد خود اہل عقل وفہم وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

ان یدعون من دونه ما یعبدون من دون الله الا اناثا جمع انثی و هی الات و العزی و منـاة و لم یکن حی من احیاء العرب الا و لهم صنم یعبدونه انثی بنی فلان و قیل کانوا یقولون فی اصنامهم هن بنات الله و ان یدعون ما یعبدون الا شیطانا لانه هو الذی عزامهم علی عبادتهم الاصنام فأطاعوه فجعلت طاعتهم له عبادة مریدا خارجاً عن الطاعة عاریا عن الخیر (۱۰۸)

ترجمہ:- "ان یدعون من دونه" سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں، "اناثا" یہ انثی کی جمع ہے اور ان سے مراد لات، عزی اور منات ہیں۔ عرب کے ہر محلہ والوں کا ایک بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے، اور کہا گیا ہے کہ عرب والے ان بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ "وان یدعون" یعنی وہ عبادت نہیں کرتے ہیں مگر شیطان کی اس لئے کہ اسی نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا تھا، تو انہوں نے شیطان کی اطاعت کی، لہٰذا شیطان کی اطاعت کو اس کی عبادت قرار دیا، "مریداً" کا مطلب ہے اطاعت سے سرکشی کرنے والا اور خیر اور بھلائی سے محروم۔

جلالین شریف میں ہے:

"ان" ما "یدعون" یعبد المشرکون "من دونه" ای الله ای غیره "الاّ

(۱۰۸) تفسیر مدارک ج ۱ ص ۲۴۹ زیر آیت ۱۱۷، سورۂ نساء

اناثا" اصناما مؤنثة کاللات و العزی و مناة (۱۰۹)

ترجمہ:- "ان" یعنی نہیں "یدعون" یعنی مشرکین عبادت کرتے ہیں-"من دونہ" یعنی غیر اللہ کی "الا اناثا" یعنی مؤنث بتوں کی جیسے لات، عزیٰ اور منات-

تفسیر بیضاوی میں ہے:

"و ان یدعون" و ان یعبدونها بعبادتها (۱۱۰)

ترجمہ!"و ان یدعون" یعنی عبادت نہیں کرتے ہیں-

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و ان یدعون من دونه الا اناثا ای ما یعبدون لقوله تعالیٰ و قال ربکم ادعونی ای اعبدونی بدلیل قوله تعالیٰ و ان الذین یستکبرون عن عبادتی و قوله من دونه ای من دون الله الا اناثا اراد بالاناث الاوثان لانهم کانوا یسمونها باسم الاناث و کانوا یقولون لصنم کل قبیلة انثی بنی فلان (۱۱۱)

ترجمہ:-"و ان یدعون من دونه الا اناثا" یعنی وہ عبادت نہیں کرتے ہیں (یہاں یدعون یعبدون کے معنی میں ہے اس کی دلیل) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے" اور تمہارے رب نے کہا میری عبادت کرو" اس لئے کہ آیت کا اگلا حصہ یہ ہے "ان الذین یستکبرون عن عبادتی" (یعنی جو لوگ میری عبادت سے تکبراً اعراض کرتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ کے قول "من دونہ" سے مراد غیر اللہ ہے-"الا اناثا" اناث سے مراد بت ہیں، اس لئے کہ اہل عرب بتوں کا نام عورتوں کے نام پر رکھتے تھے، اور ہر قبیلہ کے بت کو کہا کرتے تھے کہ یہ فلاں قبیلہ کی عورت ہے-

ان تمام معتبر تفسیروں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو آیت صاحب تقویت الایمان نے نقل کی ہے، اس میں پکارنے کا مطلب عبادت کرنا ہے، اور یہ مشرکین عرب کے

(۱۰۹) تفسیر جلالین: ص ۸۷، اصح المطابع، دہلی ۱۲۸۶ھ

(۱۱۰) تفسیر بیضاوی ج ۲ ر ص ۲۵۴، دار الفکر، بیروت

(۱۱۱) معالم التنزیل: زیر آیت ۱۱۷، سورۃ النساء ج ۱ ر ص ۴۸۱، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۷ء

بارے میں نازل ہوئی ہے، جو آیت مشرکین کے بارے میں ہو اس کو مسلمانوں پر چسپاں کرنا اور جس میں غیر اللہ سے بت مراد ہوں ان سے اولیاء وانبیاء مراد لینا کہاں کی دیانت ہے۔

تقویت الایمان کی تیسری عبارت

قال اللہ تعالیٰ: و من اضل ممن یدعو من دون اللہ من لایستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ھم عن دعائھم غافلون

ترجمہ:۔فرمایا اللہ صاحب نے یعنی سورۂ احقاف میں اور کون زائد گمراہ ہے اس شخص سے کہ پکارتا ہے وری اللہ سے ان لوگوں کو کہ نہ قبول کریں گے اس کی بات کو قیامت کے دن تک اور وہ ان کے پکارنے سے غافل ہیں یعنی شرک کرنے والے بڑے احمق ہیں کہ اللہ سے قادر وعلیم کو چھوڑ کر اوروں کو پکارتے ہیں کہ اول تو وہ لوگ ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں اور دوسرے کچھ طاقت نہیں رکھتے، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت روا کرے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی، بلکہ دعا کروائی ہے سو یہ بات غلط ہے، اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور و نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں، جب ہی ان کو اس طرح سے پکارا حالانکہ اللہ صاحب نے اس آیت میں فرما دیا ہے کہ جو اللہ کے ورے ہیں یعنی مخلوق سو وہ ان پکارنے والوں سے غافل ہیں (۱۱۲)

---

(۱۱۲) تقویت الایمان ص ۱۹، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

تقویت الایمان کی تیسری عبارت کا ردّ

اس کلام کے مفاسد کی شرح کہاں تک کی جائے، اس آیت میں بھی جمہور مفسرین و محققین کے بقول بت اور بتوں کو پوجنے والے مراد ہیں، اس آیت کو مسلمانوں کے حق اور اس سے بڑھ کر انبیاء و اولیاء کے حق میں چسپاں کرنا، ایسی بڑی بات ہے جس کی جرأت صرف صاحب تقویت الایمان اور ان کے متبعین کے علاوہ کسی کو نہیں ہوئی اور اس سب سے قطع نظر یہ پوری تفصیل اس قدر منتشر اور تدلیس و تلبیس سے بھری ہوئی ہے، عقلاً بھی درست نہیں ہے، یہاں ہم صرف چند معتبر تفاسیر سے اس آیت کا صحیح معنی نقل کرتے ہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے کہ:

و من استفهام بمعنى النفى اى لا احد اضل ممن يدعوا يعبد من دون الله اى غيره من لايستجيب له الى يوم القيامة و هم الاصنام لايجيبون عابديهم الى شئى يسألونه ابدا وهم عن دعائهم عبادتهم غافلون لانهم جماد لايعقلون (۱۱۳)

ترجمہ:۔"من" استفہام ہے نفی کے معنی میں یعنی کوئی اس شخص سے زیادہ گمراہ نہیں ہے جو اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتا ہے، جو قیامت تک اس کو جواب نہیں دیں گے وہ بت ہیں جو اپنے عبادت کرنے والوں کا کسی چیز کے متعلق جواب نہیں دیتے ہیں، جس کے بارے میں وہ دریافت کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی عبادت سے غافل ہیں، اس لئے کہ وہ جماد ہیں جو عقل نہیں رکھتے۔

مدارک میں بھی یدعون کی تفسیر بعبدون من دون الله اصنام سے کی گئی ہے۔ (۱۱۴)

(۱۱۳) تفسیر جلالین: زیر آیت ۵، سورۂ احقاف

(۱۱۴) تفسیر مدارک: زیر آیت ۵، سورۂ احقاف، ج ۴/ص ۱۳۶

فائدہ:- جاننا چاہیے کہ اصنام کی غفلت اور عدم سماع (جو اس آیت کا مقصود اصلی ہے) سے انبیاء کے عدم علم، ادراک اور ارواح اولیاء کے عدم سماع کو ثابت کر کے علم و ادراک انبیاء و اولیاء کے معتقدین پر حکم شرک لگایا ہے، حالانکہ ہم گزشتہ صفحات میں علم، حیات اور ادراک ارواح کے لئے ثابت کر چکے ہیں، مزید یہ کہ شرک کی بنیاد یہ قرار دی کہ بزرگوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ دور و نزدیک سے سن لیتے ہیں کیونکہ بقول اس کے دور و نزدیک سے یکساں سننا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

اس عبارت میں عجب خبط ہے معلوم نہیں کہ اس دعویٰ (یعنی دور و نزدیک سے سننا خاصۂ خدا ہے) سے کیا مراد ہے، حالانکہ خدا تعالیٰ قرب و بعد مکانی سے منزہ او رپاک ہے، اور جمہور نے تصریح کی ہے کہ قرب سے مراد قرب مکانی نہیں ہے اور بطور کرامت دوسرے محبوبان حق کا سننا جائز و ثابت ہے۔

تفسیر کبیر میں کرامت کی بحث میں امام فخر الدین رازی تحریر فرماتے ہیں:

لا شك ان المتولى للافعال هو الروح لاالبدن و لاشك ان معرفة الله للروح كالروح للبدن على ما قررناه فى تفسير قوله تعالى تنزل الملئكة و الروح و قال عليه السلام ابيت عند ربى يطعمنى و يسقينى و لهذا المعنىٰ ترى كل من كان اكثر علما باحوال عالم الغيب كان اقوى قلبا و اقل ضعفا و لهذا قال على كرم الله وجهه و الله ما قلعت باب خيبر بقوة جسدانية ولكن بقوة ربانية و ذلك لان عليا كرم الله وجهه فى ذلك الوقت انقطع نظره عن عالم الاجساد فقد جزم حصل له من القدرة ما قدر بها على ما لم يقدر عليه غيره و كذلك العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى يقول الله كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله مسمعا له سمع القريب و البعيد و اذا صار ذلك النور يد الله قدر على التصرف فى الصعب و السهل و القريب و البعيد (۱۱۵)

---

(۱۱۵) تفسیر کبیر

ترجمہ:- اس میں کوئی شک نہیں کہ افعال کی ولایت روح کو حاصل ہے بدن کو نہیں، اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ کی معرفت روح کے لئے ہے، جیسے روح بدن کے لئے ہے، جیسا کہ آیت کریمہ تنزل الملئکۃ والروح کی تفسیر میں ہم نے ثابت کر دیا ہے- حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اپنے رب کی بارگاہ میں رات گزارتا ہوں، جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، اور اسی طرح تم دیکھو گے کہ جو شخص عالم غیب کے احوال کو زیادہ جاننے والا ہوگا، اس کا قلب اتنا ہی قوی ہوگا اور اس کا ضعف اتنا ہی کم ہوگا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں نے باب خیبر اپنے جسم کی قوت سے نہیں اکھاڑا، بلکہ قوت ربانیہ کے ذریعہ اکھاڑا ہے- یہ اس لئے کہ حضرت علی نے اس وقت عالم اجساد سے صرف نظر کر لیا تھا، تو ان کو وہ طاقت حاصل ہوگئی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکی- اور اسی طرح بندہ جب طاعت وعبادت کی پابندی کرتا ہے تو وہ اس مقام کو پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اس کے کان اور آنکھیں بن جاتا ہوں- تو جب اللہ کے جلال کا نور اس بندے کی قوت سماعت بن جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید سب سنتا ہے- اور جب یہ نور الٰہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہے تو وہ مشکل، آسان، دور اور نزدیک سب پر تصرف کرنے کی طاقت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے-

وہ لوگ جو جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو یا دیگر انبیاء واولیاء کو ندا کرتے ہیں، یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ ارواح کاملہ کو آواز سنوا دیتا ہے، جس طرح کہ وہ چاہتا ہے اور یہ امر شرک سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، معلوم نہیں کہ دور و نزدیک سے اسماعیل دہلوی کی کیا مراد ہے؟ اگر اس سے قبر مراد ہے تو قبر تو روح کے رہنے کی جگہ نہیں ہے اگر یہی بات ہے تو قبر پر کھڑے ہو کر کلام کریں تب بھی وہ اس جگہ سے سنیں گے جہاں پر بھی وہ برزخ یا جنت وغیرہ میں ہیں اور اگر برزخ اور جنت جو ارواح کا محل ہیں وہ مراد ہیں تو پھر برزخ و جنت سے قبر اور دوسرے مقامات برابر

ہیں پھر دور، ونزدیک کا کیا معنی؟ ہاں قبر کی زیارت کا ثواب مرتب ہوتا ہے، اس تعلق کی بنیاد پر جو روح کو قبر سے حاصل ہے ایسا لگتا ہے کہ صاحب تقویت الایمان نے ارواح کو قبر میں قید تصور کر کے زندوں پر قیاس کیا ہے، جو عادتاً دور سے سنتے ہیں یا پھر جنت و برزخ کو دور تصور کر کے ارواح کے سننے کو بعید قرار دے دیا ہے یہ قیاس فاسد ہے اور ارواح مفارقہ بدن کا حال ملائکہ کی طرح ہے حضرت ابوامامہ سے حدیث پاک میں آیا ہے کہ:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلاۃ فتحت ابواب السماء و استجیب الدعاء فاذا انصرف المنصرف من الصلوۃ و لم یقل اللھم اجرنی من النار و ادخلنی الجنۃ و زوّجنی من الحور العین قالت النار یا ویح ھذا اعجز ان یستجیر اللہ من جھنم و قالت الجنۃ یا ویح ھذا اعجز ان یسأل اللہ الجنۃ و قالت الحور العین یا ویح ھذا اعجز أن یسأل اللہ أن یزوجہ من الحور العین (۱۱۶)

ترجمہ:- اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز قائم کی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور دعا قبول کی جاتی ہے، تو جب نماز سے پھرنے والا پھرتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ ''اللہ مجھے جہنم سے پناہ دے، مجھے جنت میں داخل فرما اور مجھے جنت میں حور عطا فرما'' تو جہنم کہتی ہے بربادی ہو یہ اس بات سے عاجز ہے کہ جہنم سے اللہ کی پناہ مانگے اور جنت کہتی ہے کہ یہ عاجز ہے اس بات سے کہ اللہ سے جنت طلب کرے اور حور کہتی ہے بربادی ہو یہ عاجز ہے اس بات سے کہ اللہ سے حور کی قربت مانگے۔

امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے:

---

(۱۱۶) الف: المعجم الکبیر ج۸رص۱۰۲: مکتبۃ العلوم و الحکم، الموصل ۱۹۸۳ء
ب: مسند الشامیین ج۲رص۴۱۰، موسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۸۴ء

من سأل الله الجنة ثلاث مرات قالت الجنة اللهم ادخله الجنة و من استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللهم اجرهٔ من النار (۱۱۷)

ترجمہ:- جس نے اللہ رب العزت سے تین مرتبہ جنت کا سوال کیا تو جنت کہتی ہے اے اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے اور تین مرتبہ جہنم سے پناہ طلب کرتا ہے تو جہنم کہتی ہے کہ اے اللہ تو اس کو جہنم سے پناہ عطا فرما۔

اور بعض روایات میں جنت و دوزخ کے سننے کی صراحت آئی ہے شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہاں حقیقۃً جنت و نار مراد ہیں اور اس میں کوئی حیرت کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "و تقول هل من مزيد" (۱۱۸)

ترجمہ:- (جہنم کہے گی) کیا اور بھی مزید لوگ ہیں؟

اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے جنت اور دوزخ کے پہرادار مراد ہوں لہٰذا اگر ارواح کاملہ کے لئے جنت میں یا برزخ میں زندوں کے کلام کا ادراک علم یا سماع کرامت کے طور پر یا حق تعالیٰ کی عنایت اور قدرت سے ثابت کیا جائے تو کون سا شرک لازم آئے گا اور یہ حق ہے کہ تمام افعال عباد اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اس میں زندہ، مردہ انسان، فرشتہ اور حور سب برابر ہیں اگر کوئی شخص کسی فرشتہ یا انسان کو زندہ یا مردہ، کسی فعل میں مستقل اور خالق مانے تو یہ اعتقاد کفر و شرک ہوگا اور زندوں کا کلام کرنا یا سننا یہ بھی اللہ کی قدرت اور اس کی خلق سے ہے اگر وہ چاہے تو مشارق و مغارب سے بھی سنوا دے اور اگر نہ چاہے تو زندہ بھی ہرگز نہیں سن سکتا اگر چہ صور اسرافیل ہی کیوں نہ اس کے کان میں رکھ دیں علیٰ ہذا القیاس ارواح کاملہ ہرگز نہیں سنیں گی یہاں تک کہ حق

(۱۱۷) الف: عن انس بن مالك :ترمذی: باب ماجاء فی صفة انهار الجنة

ب: سنن نسائی:عن انس : باب الاستعاذة من حر النار

ج: سنن ابن ماجہ: باب صفة الجنة عن انس

د: مسند احمد: ج ۳/ص ۱۵۵ مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۱۱۸) سورۂ ق، آیت ۳۰

تعالیٰ ان کو نہ سنوادے اور حق تعالیٰ کے سنوانے سے ارواح کا سننا بھی ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سنوانے سے وہ سنتی ہیں اور بات بھی کرتی ہیں اور دوسرے کام بھی کرتی ہیں، جس طرح کہ عالم مادی میں اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ سماع کے مختلف وسیلے اور طریقے پیدا فرمائے ہیں اور ان طریقوں اور وسیلوں میں مختلف افراد وانواع میں بے پناہ تفاوت رکھا ہے ایک کان کی قوت سماعت دوسرے کے مقابلہ میں، ایک آنکھ کی بینائی دوسری آنکھ کے مقابلہ میں متفاوت اور کم زیادہ ہوتی ہے اور اس کو بھی کسی ایک طریقہ اور وسیلہ میں منحصر نہیں کیا ہے بلکہ جب چاہتا ہے خرق عادت کے طور پر تصرف فرماتا ہے۔ اسی طرح عالم ملکوت وعالم برزخ میں اسی طریقہ پر حیات وادراک پیدا فرمائے ہیں کہ وہ آسمان سے، جنت وبرزخ سے علی تفاوت مراتب ادراک کرتے ہیں اور کاملین کے لئے بطور کرامت قرب وبعد یکساں کرنا بھی جائز ہے (۱۱۹)

---

(۱۱۹) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیکڑوں میل دور سے حضرت ساریہ بن زنیم کو دیکھا جبکہ وہ نہاوند میں تھے اور حضرت عمر مدینہ منورہ میں تھے، حضرت عمر نے ان کو آواز دی ''یا ساریہ الجبل '' اس آواز کو حضرت ساریہ بن زنیم نے سنا اور پہاڑ کی طرف آتے ہوئے لشکر کو دیکھ لیا حضرت عمر کی یہ کرامت صحیح روایت سے ثابت ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اس کو ''البدایہ والنہایہ'' میں نقل کیا ہے اور اس کی سند کو ''جید حسن'' قرار دیا ہے۔

دیکھئے: ''البداية والنهاية'': ج ۷ ص ۱۲۱: مکتبة المعارف، بیروت

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مورخین نے اس کو اپنی اپنی سندوں سے بیان کیا ہے

الف: ابو الحسن علی بن ابی الکریم الشیبانی: الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۴۴۱، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۵ھ

ب: ابو الفرج ابن الجوزی المنتظم ج ۴ ص ۳۲۵: دار صادر، بیروت، ۱۳۵۸ھ

ج: ابن خلدون الحضرمی: تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۵۶۶، دار القلم، بیروت ۱۹۸۴ء

د: ابو جعفر ابن جریر الطبری: تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت

ہ: جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء ص ۱۲۵، مطبعة السعادة، مصر ۱۳۷۱ھ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور آخری بات یہ کہ انبیاء اور اولیاء کو آیت کریمہ "وھم عن دعائھم غافلون" کے گڑھے ہوئے معنی کے تحت داخل کرنا جہالت ہے۔

تقویت الایمان کی چوتھی عبارت

لا تدع من دون الله ما لاینفعك و لایضرك فان فعلت فانك اذا من الظالمین

ترجمہ:۔فرمایا اللہ صاحب نے سورۂ یونس میں اور مت پکارو ورے اللہ سے ایسوں کو کہ نہ فائدہ دیں گے تجھ کو نہ نقصان سو اگر کیا تو نے یہ تو بے شک بے انصاف ہے۔

فائدہ: یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجزوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجیے۔(۱۲۰)

تقویت الایمان کی چوتھی عبارت کا ردّ

صاحب تقویت الایمان کے مغالطہ کی بنیاد اور اہل اسلام پر شرک کا حکم کرنے کا مدار لفظ دعا کے ترجمہ پر ہے، یہاں پر بھی یہ ترجمہ جمہور مفسرین اہل سنت کے نزدیک غلط ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں فرمایا

الدعاء ورد علی اوجه، العبادة و لاتدع من دون الله مالاینفعك و لایضرك (۱۲۱)

بقیہ حاشیہ:

و: حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں اس واقعہ کو نقل کر کے اس کی اسناد کو "حسن" قرار دیا ہے دیکھئے: الاصابہ فی تمیز الصحابة حرف السین المهمله ج ۳ ص ۶، دار الجیل، بیروت ۱۹۹۲ء

ز: مشکوۃ: باب الکرامات: الفصل الثالث: ج ۲ ص ۵۴۶

(۱۲۰) تقویت الایمان ص ۲۳، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۲۱) الاتقان: جلال الدین سیوطی: ج ۱ ص ۴۱۶: دار الفاروق الحدیثه، القاهره ۱۴۱۵ھ

ترجمہ:- لفظ دعا قرآن میں کئی معنی میں آیا ہے اس میں ایک معنی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ کا قول "ولا تدع من دون الله مالا ينفعك ولا يضرك" میں "تدع" سے "تعبد" مراد ہے-

تفسیر مدارک میں ہے کہ:

"ولاتدع من دون الله ما لاينفعك" ان دعوته "ولايضرك" ان خذلتهٔ "فان فعلت" فان دعوت من دون الله ما لاينفعك ولا يضرك فكنى عنه بالفعل ايجازا "فانك اذا من الظلمين" اذا جزاء للشرط و جواب لسؤال مقدر كان سائلا سأل عن تبعة عبادة الاوثان و جعل من الظلمين لانه لا ظلم اعظم من الشرك (۱۲۲)

ترجمہ:- اور عبادت نہ کر اللہ کے غیر کی جو نہ تجھے نفع پہنچا سکتا ہے اگر تو اس کی عبادت کرے اور نہ وہ تجھے نقصان پہنچا سکتا ہے تو اگر تو نے ایسا کیا، یعنی غیر اللہ کی عبادت کی جو تجھے نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو اس وقت ظلم کرنے والوں میں سے ہوگا ،" اذا " یہ شرط کی جزاء ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے جو کسی سوال کرنے والے نے بتوں کے پجاریوں کے بارے میں پوچھا (تو جواب ملا) کہ وہ ظالمین میں ہیں کیونکہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں ہے-

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

"ولاتدع" لاتعبد "من دون الله مالا ينفعك" ان اطعته "ولايضرك" ان عصيته "فان فعلت" فعبدت غير الله "فانك اذا من الظلمين" الضارين لا نفسهم الواضعين العبادة فى غير موضعها (۱۲۳)

ترجمہ:- "ولا تدع" یعنی عبادت نہ کر غیر اللہ کی جو تجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی اطاعت کرے، اور وہ (غیر اللہ) تجھے نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا، اگر تو اس کی

(۱۲۲) تفسیر مدارک ج ۲ ص ۱۱۴: سورۂ یونس آیت ۱۰۶

(۱۲۳) تفسیر معالم التنزیل للبغوی: ج ۲ ص ۳۷۱، دار المعرفۃ، بیروت ۱۹۸۷ء

نافرمانی کرے، اگر تو نے ایسا کیا یعنی غیر اللہ کی عبادت کی تو تو ظالمین میں سے ہوگا جو خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والے ہیں اور جو عبادت کو اس کے غیر محل میں رکھنے والے ہیں۔

تفسیر جلالین میں بھی "لاتدع" کی تفسیر "لا تعبد" سے کی گئی ہے امام سیوطی فرماتے ہیں: لا تدع تعبد من دون الله ما لا ينفعك ان عبدته و لا يضرك ان لم تعبده (۱۲۴)

ترجمہ:- "لا تدع" غیر اللہ کی عبادت نہ کر جو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی عبادت کرے، اور تجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تو اس کی عبادت نہ کرے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ معتبر مفسرین کے نزدیک اس آیت کریمہ میں دعا کا مطلب "پکارنا" نہیں ہے بلکہ "عبادت کرنا ہے"۔ صاحب تقویت الایمان نے یہاں پر بھی مغالطہ اندازی سے کام لیتے ہوئے دعا کا ترجمہ "پکارنا" کر کے آیت کے معنی میں تحریف سے کام لیا ہے۔

تقویت الایمان کی پانچویں عبارت

اخرج الشيخان عن ابن مسعود قال قال رجل يا رسول الله اىّ الذنب اكبر عند الله قال ان تدعو الله ندا و هو خلقك

مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں ہے کہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کون گناہ بہت بڑا ہے اللہ کے نزدیک فرمایا کہ پکارے تو کسی کو اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا ہے، (فائدہ) یعنی جیسے کے اللہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور سب کام اس کے اختیار میں ہیں، سو ہر مشکل کے وقت یہی سمجھ کر پکارتے ہیں، سو کسی اور کو اس طرح کا سمجھ کر

(۱۲۴) جلالین ص ۱۷۹: زیر آیت ۱۰۶، سورۂ یونس، اصح المطابع، دہلی

پکارنا نہ چاہیے کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اول تو یہ بات غلط ہے کہ کسی کو کچھ حاجت بر لانے کی طاقت ہو گی یا ہر جگہ حاضر و ناظر ہو دوسرے یہ کہ جب ہمارا خالق اللہ ہے اس نے ہم کو پیدا کیا، ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے کاموں پر اسی کو ہم پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے (۱۲۵)

تقویت الایمان کی پانچویں عبارت کارد

اس مغالطہ اور فساد و کا منشاء اور سبب یہی ہے کہ دعا کو ندا کے معنی میں حصر کر دیا ہے اور وہ اہل اسلام جو انبیا و اولیاء بالخصوص جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرتے ہیں، ان پر حکم کفر و شرک لگا دیا ہے، حالانکہ اس آیت کا ترجمہ بھی جمہور مفسرین ومحدثین اور محققین شراح حدیث کے خلاف کیا ہے، شارحین فرماتے ہیں کہ "تدعو" اس حدیث پاک میں "تجعل" کے معنی میں ہے، یعنی "تو پکارے" نہیں بلکہ تو "ٹھہرائے یا قرار دے"۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

ان تدعو الله ندا و هو خلقك بگردانی پروردگار عالم مانند و همتا و حال آن که تو می دانی که وی پیدا کرده ترا (۱۲۶)

ترجمہ:- تو پروردگار عالم کے مثل کسی کو مدمقابل مانے حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔

صحاح ستہ کی دوسری روایات اس معنی کی موئید ہیں:

---

(۱۲۵) تقویت الایمان ص ۱۵، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۲۶) اشعۃ اللمعات: کتاب الایمان: باب الکبائر و علامات النفاق: فصل اول، ج ۱ ص ۶۸، ۶۹، مطبوعہ نول کشور ۱۲۹۰ھ

صحیح بخاری میں ہے:

عن عبد اللہ قال سألت أو سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الذنب عند الله اكبر قال ان تجعل لله ندا و هو خلقك قلت ثم اى قال ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك قلت ثم اى قال ان تزانى بحليلة جارك قال و نزلت هذه الأية تصديقا لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم و الذين لايدعون مع الله الٰها اخر و لايقتلون النفس التى حرم الله اِلا بالحق و لايزنون (۱۲۷)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا (یہ وہم راوی کی جانب سے ہے) کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے، میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کردے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے، حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: و الذين لايدعون مع الله الها آخر و لايقتلون النفس التى حرم الله الا بالحق و لايزنون-

شارح بخاری امام قسطلانی شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح کے تحت لکھتے ہیں: "لا يدعون اى لا يعبدون" (۱۲۸) "لا يدعون" یعنی عبادت نہیں کرتے ہیں-

ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں:

"ان تدعو اى تجعل لله ندا" (۱۲۹) "تدعو" یعنی تو اللہ کا شریک اور مد

(۱۲۷) بخاری شریف: کتاب التفسیر: باب قوله و الذين لا يدعون مع الله الهاً آخر

(۱۲۸) ارشاد الساری شرح بخاری: امام قسطلانی کتاب التفسیر: تفسیر سورۃ الفرقان، ج ۷ ص ۲۱۸، مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ

(۱۲۹) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ملا علی قاری: ج ۱ ص ۲۰۴: کتاب الايمان : باب الكبائر و علامات النفاق، فیصل پریس، دیوبند

مقابل ٹھہرائے۔

تمام شارحین کے نزدیک اس حدیث میں "تدعو" کا معنی "تعبد" ہے یعنی تو عبادت کرے کسی شارح نے اس حدیث میں "تدعو" کا معنی "تو پکارے" نہیں بتایا یہ صرف صاحب تقویت الایمان کو سوجھا ہے۔

اس تقدیر پر کہ دعا عبادت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ندا یعنی پکارنے کے معنی میں ہے تو لطف کی بات تو یہ ہے کہ صاحب تقویت الایمان کا ترجمہ دیکھئے تو اس تقدیر پر ترجمہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ "پکارے کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرح کا" پھر یہ "ٹھہرا کر" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ اور حقیقت میں جس معمولی تصرف کے ساتھ اہل اسلام کو مشرک قرار دینے کے لئے "تدعو" کا معنی "پکارے تو" کر دیا ہے تو اب "لِلّٰہ" اس سے مربوط نہیں تھا، لہٰذا فصاحت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اگرچہ حق ہاتھ سے چلا جائے، لہٰذا ساتھ میں "اللہ کی طرح کا ٹھہرا کر" کا اضافہ کر دیا اس فائدہ میں اور بہت قباحتیں ہیں مگر جب اصل ہی غلط ٹھہرا تو اب مزید کارد نہیں کرتے اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

تقویت الایمان کی چھٹی عبارت

اخرج ابو داؤد عن جبير بن مطعم قال اتىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم اعرابى فقال جهدت الانفس و نكهت العيال و هلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع بالله عليك و نستشفع بك على الله فقال النبى صلى الله عليه وسلم سبحان الله سبحان الله و مازال يسبح حتى عرف فى وجوه اصحابه ثم قال ويحك انه لا يستشفع بالله على احد فشان الله اعظم من ذلك ويحك أتدرى ما الله ان عرشه على سماواته هكذا و قال باصابعه مثل القبة عليه و انه ليئط به اطيط الرحل بالراكب۔

ترجمہ:۔مشکوۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ذکر کیا کہ جبیر نے

نقل کیا کہ آیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار پس کہا کہ سختی میں پڑگئیں جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور مر گئے مواشی سو مینھ مانگو اللہ سے ہمارے لئے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس سو پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے اللہ، نرالا ہے اللہ سو پاکی اللہ کی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا، پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے تو، اللہ کو سفارشی نہیں لاتے کسی کے آگے اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس سے، کیا بے وقوف ہے تو، جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ؟ بے شک تخت اس کا اس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قبہ کی طرح اور بے شک وہ چڑ چڑ بولتا ہے، اس سے جیسا چڑ چڑ بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے (۱۳۰)

[اس حدیث کے متعلق تحقیق حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں] (۱۳۱)

---

(۱۳۰) تقویت الایمان ص ۴۵، ۴۶، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۳۱) اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں ذکر کیا ہے۔

دیکھئے: ☆ سنن ابی داؤد: ج ۴ رص ۲۳۲، دار الفکر، بیروت

☆ المعجم الکبیر: ج ۲ رص ۱۲۹، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ شیخ حسن سقاف نے اس کو "واھی الاسناد موضوع المتن" اور "حدیث منکر ضعیف جداً" قرار دیا ہے۔ دیکھئے: العلو لعلیّ الغفار: ص ۱۹۳، دار الامام النووی، عمان ۱۹۹۸ء

امام ابن الجوزی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں: "ھذا الحدیث تفرد بروایته محمد بن اسحاق عن یعقوب بن عتبه و کلا ھما لا یحتج به ارباب الصحاح"

(ترجمہ: - اس حدیث کو یعقوب بن عتبہ سے روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور یہ دونوں ایسے ہیں جن سے اصحاب صحاح احتجاج نہیں کرتے۔

دیکھئے: دفع شبه التشبیه باکف التنزیه: ابن الجوزی: ص ۲۶۶، دار الامام النووی، عمان ۱۹۹۱ء

خود شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس کے ضعف کا اعتراف کیا ہے۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

تقویت الایمان کی چھٹی عبارت کا ردّ

صاحب تقویت الایمان نے عادت کے مطابق فائدہ کے عنوان سے ایک طویل و

بقیہ حاشیہ:
دیکھئے: ضعیف ابی داؤد: ناصر الدین البانی ص ۴۷۰
حافظ ابن عساکر (م: ۵۷۱ھ) نے اس حدیث کا ضعف ثابت کرنے کے لئے ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ رسالہ کا نام ہے: "تبیان الوهم والتخطیط فیما اخرجه ابو داؤد من حدیث الأطیط" اس رسالہ کا تذکرہ امام زاہد الکوثری نے "تبیین کذب المفتری" کے مقدمہ میں کیا ہے۔ (دیکھئے: تبیین کذب المفتری، ص ۱۳، المکتبة الازھریة، قاہرہ ۱۹۹۹ء)
علامہ ابن القیم نے اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن محققین نے اس کو رد کر دیا ہے۔
یہ حدیث اس درجہ ضعیف ہے کہ تقویت الایمان میں صرف اس کی موجودگی کی بنیاد پر بعض حضرات نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ یہ کتاب شاہ اسماعیل دہلوی کی ہے۔ دار العلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولانا انور شاہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا احمد رضا بجنوری "انوار الباری" میں لکھتے ہیں: "ہمیں یقین نہیں آتا کہ حضرت مولانا شہید ایسی معلول حدیث باب عقائد میں استدلال کے لئے ذکر کرتے ہیں، اسی لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کی طرح ہم بھی سمجھتے ہیں کہ تقویت الایمان مولانا شہید کی تالیف نہیں ہے"
دیکھئے: انوار الباری شرح صحیح بخاری: ج ۱۱ ر ص ۱۱۵، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
"ہمارے شیخ الاسلام حضرت مدنی کی تحقیق میں اس کتاب کی نسبت حضرت شہید کی طرف صحیح نہیں ہے (مکتوبات مدنی ج ۲ ر ص ۲۰۵) اور ہم بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ ان کی تالیف نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی جگہ ایسے کلمات ملتے ہیں جو حضرت شہید ایسے محقق و متبحر عالم کے لئے شایان شان نہیں ہیں، دوسرے "حدیث اطیط عرش" (یہ وہی زیر بحث حدیث ہے۔ اسید الحق) بھی اس میں نقل کی گئی ہے جو ایک محقق محدث کی شان سے بعید ہے"۔ انوار الباری ج ۱۱ ر ص ۱۰۷
یہ تصویر کا ایک رخ ہے، مگر تصویر کا یہ دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرماتے چلیں کہ بجنوری اور مدنی صاحب کے تمام اکابر نہ صرف یہ کہ اس کتاب کو شاہ اسماعیل دہلوی صاحب کی مانتے چلے آرہے ہیں بلکہ اس کو ہمیشہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے آئے ہیں اور ان حضرات نے اس کتاب کے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

عریض اور طولانی عبارت لکھی ہے، اسی میں لکھا ہے:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبدالقادر کچھ دو تم ہم کو واسطے اللہ کے یہ الفاظ نہ کہنا چاہیے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجا ہے۔''-(۱۳۲)

اس سلامت فہم پر افسوس کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعرابی کو منع کرنے کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ لفظ استشفاع ہے، اس لئے اللہ عزوجل کو حضور کے سامنے شفیع لیکر آیا اور یہ شفیع (اللہ) پر مشفوع الیہ (حضور) کی عزت اور فضیلت کو مستلزم ہے، اس لئے حضور نے منع فرمایا- لہٰذا یا شیخ عبدالقادر کو اس سے کیا تعلق کہ لفظ للّٰہ کو استشفاع کے معنی میں حمل کر کے یہ حکم لگا دیا جائے ؛اس امر کا بطلان ہر اس شخص پر واضح ہے جو اللہ اور رسول کے کلام سے ذرا بھی مناسبت رکھتا ہے اس لئے کہ اس قسم کا اطلاق قرآن وحدیث میں شائع وذائع ہے-

قرآن مقدس میں ارشاد ربانی ہے:

و اعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه و للرسول و لذی القربی و الیتمیٰ و المساکین و ابن السبیل- (۱۳۳)

ترجمہ:-اور جان لو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور

بقیہ حاشیہ:

مندرجات کے دفاع میں اپنا زور قلم بھی صرف کیا ہے- شیخ رشید احمد گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

''اس کا (یعنی تقویۃ الایمان کا) رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے''-

دیکھئے: فتاویٰ رشیدیہ: کامل ص ۸۷، مکتبہ تھانویہ، دیوبند

(۱۳۲) تقویۃ الایمان ص ۴۷

(۱۳۳) سورۂ انفال آیت ۴۱

مسافروں کے لئے ہے۔

انما نطعمکم لوجه الله لانرید منکم جزآءً و لاشکوراً (۱۳۴)

ترجمہ:- ہم تم کو صرف اللہ کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم سے اس کا کوئی بدلہ اور شکرگزاری نہیں چاہتے۔

عن ابی امامة عن رسول الله صلی الله علیه و سلم انه قال من احب لله و ابغض لله و اعطی لله فقد استکمل الایمان (۱۳۵)

ترجمہ:- حضرت ابوامامۃ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کی خاطر محبت کی، اللہ کی خاطر بغض کیا اور اللہ کی خاطر دیا تو اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے:

قال لی رسول الله صلی الله علیه و سلم الا اخبرکم بشر الناس قیل نعم قال الذی یسأل باللّٰه و لایعطی به (۱۳۶)

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ برے آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا آپ ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا وہ شخص جس سے اللہ کے واسطے سوال کیا جائے اور وہ نہ دے۔

صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من استعاذ بالله فاعیذوه و من سأل باللّٰه فاعطوه (۱۳۷)

---

(۱۳۴) سورۂ دھر، آیت ۹

(۱۳۵) ابوداؤد: باب الدلیل علی زیادة الایمان و نقصانه ج ۴/ص ۲۲۰، دارالفکر، بیروت

(۱۳۶) مسند احمد بن حنبل: عن معاذ بن انس: ج ۳/ص ۴۳۸ مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

(۱۳۷) الف: ابوداؤد: عن عبداللہ بن عمر: باب عطیة من سأل باللہ ج ۲/ص ۱۲۸، دارالفکر، بیروت

ب: سنن نسائی: عن ابن عمر: باب من سأل باللہ عزوجل ج ۵/ص ۸۲ مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

ج: مسند احمد بن حنبل: عن ابن عمر ج ۲/ص ۶۸ مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

ترجمہ:- جو اللہ کے واسطے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو اور جو اللہ کے واسطے سوال کرے تو اس کی حاجت پوری کرو۔

ملا علی قاری مرقاۃ میں ''طیبی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

من استعاذ باللّٰہ اعیذوہ ای من استعاذ بکم و طلب منکم دفع شرکم او شر غیرکم عنه قائلاً بالله علیك ان تدفع شرك فاجیبوه و ادفعوا عنه الشر تعظیما لاسم الله تعالیٰ (۱۳۸)

ترجمہ:- جو شخص اللہ کے واسطے پناہ طلب کرے اس کو پناہ دو، یعنی جو تم سے پناہ مانگے، اور تم سے تمہارے شر کا دفع طلب کرے یا کسی دوسرے کے شر سے دفاع طلب کرے اور کہے کہ اللہ کے واسطے مجھ سے اپنا شر دفع کر دے تو اس کی درخواست قبول کرو اور اس سے دفع شر کرو، اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی تعظیم کرتے ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج للّٰہ فلم یرفث و لم یفسق رجع کیوم ولدته امه (۱۳۹)

ترجمہ: جس شخص نے اللہ کی خاطر حج کیا اور اس میں بیوی سے صحبت کا تذکرہ نہ کیا، اور فسق نہ کیا تو وہ اپنے گھر ایسا واپس آیا جیسے اس کی ماں نے اس کو پیدا کیا تھا۔

اس قسم کے کلمات کی امثال حدیث میں بے شمار ہیں اگر تلاش کی جائے تو ایک مجلّہ بن جائے گا اور فقہیات و فتاویٰ میں بھی بے شمار ہیں، فتاویٰ خیریہ سے یہ کلمات سابق میں نقل ہوئے اور صاحب رسالہ نے جو یہ لکھا ہے کہ: ''اس حدیث سے معلوم ہوا'' یہ صرف عادتاً لکھ دیا ورنہ نیچے جو کچھ لکھا ہے وہ کہیں سے کہیں تک اس حدیث سے معلوم نہیں ہوتا۔

---

(۱۳۸) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ج۴ر ص۳۷۵ کتاب الزکوۃ: باب افضل الصدقة

(۱۳۹) (متفق علیہ) بخاری: کتاب الحج: باب فضل الحج المبرور

تقویت الایمان کی ساتویں عبارت

اخرج الترمذی عن ابن عباس قال کنت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقال یا غلام احفظ الله یحفظك تجده بجاهك و اذا سئلت فاسئل الله و اذا استعنت فاستعن بالله۔

مشکوۃ کے باب التوکل میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابن عباس نے کہ تھا میں پیچھے پیغمبر کے ایک دن سوفرمایا اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو کہ وہ یاد رکھے تجھ کو یاد رکھ اللہ کو کہ پائے تو اس کو اپنے روبرو اور جب مانگے تو کچھ تو مانگ اللہ سے اور جب مدد چاہے تو چاہ اللہ سے۔ (۱۴۰)

تقویت الایمان کی ساتویں عبارت کا رد

یہ حدیث پاک جس کا مقصود عوائق دنیا سے اعراض اور اسباب وعلائق میں انہماک سے منع کرنا ہے جو مقام توکل ہے ایک طویل لاطائل کلام کے بعد (جیسا کہ ان کی عادت ہے) خطاب وندا اور توسل انبیاء وصالحین پر چسپاں کر دیا حالانکہ خود بھی لکھا ہے کہ ''مشکوۃ کے باب التوکل میں لکھا ہے'' اور صاحب نہایہ اس کو توکل کی شرح میں لائے ہیں اور محبوبان حق سے سوال یا استعانت جو کیا جاتا ہے وہ توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ شرعاً مامور ہے۔ حضرت ربیعہ بن کعب سے روایت ہے کہ:

قال کنت ابیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتیته بوضوئه وحاجته فقال لی سل فقلت اسألك مرافقتك فی الجنة قال أو غیر ذلك قلت هو ذاك قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود۔ (۱۴۱)

---

(۱۴۰) تقویت الایمان ص ۲۷، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

(۱۴۱) الف: مسلم: باب فضل السجود والحث علیه، ج ۱/ ص ۳۵۳

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ:- حضرت ربیعہ بن کعب سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گزارتا تھا، کسی ضرورت سے حضور کے لئے پانی کا برتن لایا تو مجھ سے آپ نے فرمایا مانگو میں نے عرض کی جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں، حضور نے فرمایا اس کے سوا؟ میں نے عرض کیا بس وہی پھر آپ نے فرمایا اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری اعانت کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

و از اطلاق سوال که فرمود سل بخواه و تخصیص نکرد به مطلوبی خاص معلوم می شود که کار همه بدست همت و کرامت اوست صلی الله علیه وسلم هر چه خواهد هر که را خواهد باذن پروردگار خود بدهد- بیت:

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم

اگر خیرت دنیا و عقبی آرزو داری

بدرگاهش بیا وهر چه می خواهی تمنا کن

(۱۴۲)

ترجمہ:- یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا مانگو کسی چیز کی تخصیص نہیں فرمائی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دست مبارک میں تمام امور کا اختیار ہے اللہ کے حکم سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرمائیں- (ترجمۂ شعر) آپ کی سخاوت سے دنیا اور آخرت ہے، اور آپ کے علوم سے لوح وقلم کا علم ہے، اگر دنیا اور آخرت کی

بقیہ حاشیہ:

ب: ابوداؤد: باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل: ج۲ ص۳۵، دارالفکر، بیروت

ج: نسائی: باب فضل السجود ج:۲ ص۲۲۷، مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

(۱۴۲) شرح مشکوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی: کتاب الصلوۃ: باب السجود و فضلہ، فصل دوم، ج۱ ص۳۵۳- مطبع نول کشور، لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

بھلائی چاہتے ہو، تو ان کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جو چاہو مانگو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

سل ای اطلب منی حاجة و قال ابن حجر: اتحفك بها فی مقابلة خدمتك لی لان هذا هو شان الكرام، و لا اكرم منه صلی الله علیه وسلم و یؤخذ من اطلاقه علیه السلام الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مكنه من اعطاء كل ما ارا د من خزائن الحق، و من ثم عد ائمتنا من خصا ئصه علیه السلام انه یخص من شاء ماشاء كجعله شهادة خزیمة بن ثابت بشهادتین، رواه البخاری و كترخیصه فی النیاحة لام عطیة فی آل فلان- رواه مسلم (۱۴۳)

ترجمہ:- ملا علی قاری لکھتے ہیں، کہ حضور نے فرمایا "سل" مجھ سے اپنی کوئی ضرورت طلب کرو- ابن حجر نے کہا کہ حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں تمہاری خدمت کے بدلے میں تحفہ دیتا ہوں- کیونکہ یہی آپ کی شان کریمی ہے اور آپ سے زیادہ کوئی کریم نہیں ہے اور حضور علیہ السلام کے مطلق سوال کا حکم دینے سے یہ مطلب اخذ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزانۂ حق سے ہر چیز عطاء کرنے کا اختیار دیا ہے- اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے یہ بات آپ کے خصائص میں سے شمار کی ہے کہ آپ جس کے ساتھ جو چاہیں خاص فرمادیں- جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت کی گواہی دو گواہوں کے برابر قرار دینا- اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، اور جیسے حضرت ام عطیہ کو فلاں کے گھر والوں پر نوحہ کی رخصت دینا- اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے-

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کا جو مقصود ہے وہ صاحب تقویت الایمان کے مقصد

(۱۴۳) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ: کتاب الصلوٰۃ: باب السجود و فضلہ، ج۲ ص ۵۶۷، فیصل پریس، دیوبند ۲۰۰۵ء

سے کوسوں دور ہے اور اگر مطلقاً سوال و استعانت کی ممانعت مقصود ہوتی تو سوال و استعانت چونکہ دہلوی کی نقل کردہ حدیث میں مطلقاً بغیر کسی قید یا تخصیص کے آیا ہے ،لہٰذا ہر طرح کے سوال و استعانت سے شرک لازم آتا ہے، دنیا کے معاملات میں ہو چاہے آخرت کے معاملات میں، چاہے زندوں سے چاہے مردوں سے چاہے قریب سے ہو چاہے بعید سے یہ سب کا سب شرک قرار پاتا حالانکہ خود صاحب تقویت الایمان نے استعانت کی بعض صورتوں کو جائز قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ اگر استعانت اس طور پر ہو کہ مستعان کو خالق عون جانے تو یہ خلاف شرع ہے چاہے یہ امور دنیا میں ہو خواہ امور آخرت میں ہو، خواہ زندوں سے ہو، خواہ مردوں سے، خواہ دور سے ہو، خواہ قریب سے ،ایسی استعانت کہ مستعان کو خالق عون مانا جائے، یہ صرف باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور قرآن و حدیث میں جہاں کہیں بھی بصیغۂ حصر وارد ہوا ہے، اس سے یہی مراد ہے، دوسری قسم کی استعانت، استعانت ظاہریہ ہے یعنی مدد مانگنے والا مستعان کو عون الٰہی کا مظہر سمجھتا ہو تو یہ امر ممنوع نہیں ہے اور اس کی تحقیق شاہ عبدالعزیز صاحب کے حوالے سے پیچھے گزر چکی ہے ،الغرض صاحب تقویت الایمان کو اہل اسلام پر شرک کا حکم لگانے کے لئے اپنی گڑھی ہوئی چند باتوں کے علاوہ اور کوئی بات یاد نہیں۔مولوی اسماعیل کے جد محترم شاہ ولی اللہ نے شرح مؤطا میں تحریر فرمایا ہے:

اذ سمعت الرجل يقول هلك الناس فهو اهلكهم عندی له معنى آخر هو ان يخالف جمهور المسلمين و عامة اهل العلم و يخترع قولا غير قولهم ثم يقدم على الانكار و الطعن فيهم كما قال النبی صلی الله عليه وسلم عليكم بالسواد الاعظم و قال ابن مسعود ماراهُ المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن۔

ترجمہ:۔حدیث پاک میں آیا کہ جب تم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تمام لوگ

ہلاک ہو گئے تو سمجھ لو کہ کہنے والا خود سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے، اس حدیث پاک کا میرے نزدیک ایک دوسرا معنی بھی ہے وہ یہ کہ کوئی شخص جمہور مسلمین اور عام اہل علم کی مخالفت کرے اور ایسی بات پیدا کرے جو جمہور کی بات کے خلاف ہو پھر اس معاملہ میں جمہور کا انکار اور ان پر طعن کرے، جیسا کہ حضور نے فرمایا تم سواد اعظم کی پیروی کو لازم پکڑو، اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ جس چیز کو مومنین پسند کریں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

جد محترم کی یہ بات پوتے کے حق میں کتنی صادق آتی ہے۔

تقویت الایمان میں جگہ جگہ جمہور کے مخالف راہ اختیار کی گئی ہے اور آیات و احادیث کے تحت ان کے ترجموں اور فوائد کے عنوانات سے جو کچھ تحریر کیا گیا ہے وہ نہ ان آیات سے کوئی تعلق رکھتا ہے، نہ احادیث سے جس کا بیان اوپر کافی وضاحت سے کو ہو چکا:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

مثال کے طور پر آیت کریمہ: "و اذن فی الناس بالحج یأتوك رجالاً" (۱۴۴)

ترجمہ:- (اور لوگوں میں عام حج کی ندا کر دے وہ تیرے پاس حاضر ہونگے)

اس آیت کے فوائد کے ذیل میں ایک طولانی تمہید اور لا طائل کلام کے بعد لکھتا ہے "کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا یا اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں کا شکار نہ کرنا درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا اور اس قسم کا کام نہ کرنا شرک ہے (۱۴۵)

صاحب رسالہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ان آیات سے تو یہ حکم ثابت نہیں ہوتا ہے پھر یہ علی الاطلاق شرک کا حکم لگانا کیسے درست ہوسکتا ہے، حالانکہ مدینہ طیبہ علی

---

(۱۴۴) سورۃ الحج، آیت ۲۷

(۱۴۵) تقویت الایمان: ص ۳۲، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حرم ہونا ثابت ہے (۱۴۶) بے ساختہ اس نے کہا کہ جو مدینہ

(۱۴۶) اس سلسلہ میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں- یہاں چند کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے-

الف: عن عبد الله بن زيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان ابراهيم حرم مكة و دعیٰ لاهلها وانی حرّمت المدينة كما حرم ابراهيم مكة

(ترجمہ:- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا، اور مکہ والوں کے لئے دعا کی تھی، اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا-

☆ بخاری: کتاب البیوع :باب برکة صاع النبی و مذهم

☆ مسلم: کتاب الحج باب فضل المدینة

☆ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ر ص ۴۰، مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

ب: عن انس رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال المدينة حرم من كذا الى كذا لا يقطع شجرها-

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک مدینہ حرم ہے، اس کے پیڑ کو نہ کاٹا جائے-

☆ بخاری: کتاب فضائل المدینة :باب حرم المدينة

ج: عن جابر رضى الله تعالىٰ عنه قال قال النبى صلى الله عليه وسلم ان ابراهيم حرم مكة وانى حرمت المدينة مابين لابتيها لا يقطع عضادها و لا يصاد صيدها

ترجمہ:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو نہ کاٹا جائے اور نہ اس کے کسی جانور کا شکار کیا جائے) مسلم: کتاب الحج : باب فضل المدينة

و: عن ابى سعيد الخدرى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم ان ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام حرم مكة فجعلها حرماً و انى حرمت المدينة حراماً ما بين مازميها ان لا يهراق فيها دم ولا يحمل فيها سلاح لقتال ولا يخبط فيها شجرة الالعلف

ترجمہ:- حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ ابراہیم علیہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

یااس کے صحرا کا ادب کرے اور اس کا نام حرم رکھے وہ بھی مشرک ہے، سائل نے پوچھا کہ صحابہٴ کرام ادب کرتے تھے اور حضرت علی و دیگر صحابہ سے روایتیں جو اس وقت ذہن میں تھیں سنائیں۔ اسماعیل دہلوی نے کمال جرأت سے جواب دیا کہ اگر علی یا کوئی اور شرک کرے گا تو مشرک ہو جائے گا ہمیں کسی کے فعل سے کیا سروکار۔

اس شخص نے احادیث صحیحہ جو مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کے سلسلہ میں آئی تھیں کتابوں سے نکال کر دکھائیں اور کہا کہ وہ اختلاف (۱۴۷) جو ائمہ مجتہدین کے

بقیہ حاشیہ:

السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے، یہاں خوں ریزی نہ کی جائے، نہ لڑنے کے لئے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لئے پتے نہ توڑیں جائیں۔

☆ مسلم: کتاب الحج: باب فضل المدينة

☆ سنن ابن ماجہ: باب فضل المدينة: عن ابی هريرة

☆ سنن نسائی: كتاب الحج باب منع الدجال من المدينة

(۱۴۷) ائمہ کے درمیان مدینہ کے حرم ہونے میں جو اختلاف ہے وہ لزوم جزا میں ہے یعنی اگر کسی نے مدینہ کے درختوں کو کاٹا، یا وہاں جانور کا شکار کیا تو کیا یہ حرام قطعی ہے؟ اور کیا اس کی وہی سزا ہے جو حرم مکہ میں ایسا کرنے والے کی ہے؟ امام شافعی اور امام مالک اس کو حرام قطعی کہتے ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا حرام نہیں ہے۔

امام شافعی وغیرہ انہیں احادیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں جو گزشتہ حاشیہ میں ہم نے نقل کی ہیں، امام اعظم فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا گیا ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں بلکہ مدینہ کی زینت کو برقرار رکھنے کے لئے ہیں، کیونکہ درختوں کے کاٹنے اور شکار کرنے کا ثبوت دوسری صحیح احادیث سے ملتا ہے اس لئے مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: امام نووی کی شرح مسلم: ج۱رص۴۴۰، اصح المطابع، کراچی ۱۳۷۵ھ اور عمدة القاری: بدر الدين عينى ج۱۰رص۲۳۰ ادارة الطباعة المنيرية القاهرة ۱۳۴۸ھ، اردو داں حضرات دیکھیں: شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی ج۳رص ۷۲۶،

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

درمیان ہوا ہے وہ لزوم جزاء میں ہے، رہا ادب وتکریم وتعظیم تو اس میں کسی مجتہد نے تردد نہیں کیا ہے امام مالک کا ادب مدینہ تو مشہور ہے- دہلوی کے جدامجد شاہ ولی اللہ دہلوی ''انفاس العارفین'' میں اپنے والد ماجد کے مکتوب سے نقل فرماتے ہیں: امام مالک مدینہ کے کوچہ و بازار میں کبھی سوار نہیں ہوتے تھے اور جہاں کہیں پرانی اور بوسیدہ عمارت دیکھتے تھے تو اس کو بوسہ دیا کرتے تھے کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر دست مبارک لگا ہو لیکن اسماعیل دہلوی نے ان سب باتوں کو سننے کے بعد بجائے اس کے کہ توبہ ورجوع کرتا، الٹا تاویلات اور توجیہات سے اپنی بات درست کرنے کے درپہ ہوگیا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کے الگ الگ مراتب ہیں، حرم مدینہ کا ادب کرنا شرک اکبر نہیں ہے، بلکہ شرک اصغر ہے- لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم- اس شخص نے جواب میں کہا کہ شرک کے اسی قدر مراتب سے اصلاح کار ممکن نہیں، بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ بعض شرک واجب ہیں، بعض مستحب ہیں، بعض حرام ہیں بعض مکروہ ہیں، بعض مباح ہیں اور بعض ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہیں-

اللھم بجاہ نبیك و حبیبك شفیع المذنبین سیدنا و مولانا محمد رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ارحمنا یا ارحم الراحمین اللھم انا نتوسل الیك بنبیك و حبیبك محمد نبی الرحمة یا حبیبنا یا رسول اللہ انا نتوجہ بك الی ربك فی حاجاتنا فاشفع لنا و کن لنا حامیاً عند ربك اللھم فشفعہ فینا بجاھہ عندك و محبتہ لدیك آمین آمین و صلی اللہ تعالیٰ وسلم علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد رحمة للعالمین و آلہ الطاھرین و اصحابہ الطیبین و اولیاء امتہ اجمعین سبحان ربك رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین و آخر

بقیہ حاشیہ:

پوربندر، گجرات- یہ ایک اصولی اور فقہی اختلاف ہے، رہا مدینہ منورہ کا ادب واحترام تو اس میں کسی امام کا کوئی اختلاف نہیں ہے-

دعوانا ان الحمد لله رب العالمین-

یہ بھی عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس وقت اس رسالہ کے ترجمہ سے فارغ ہوا تو وہی وقت وہی دن اور وہی تاریخ ہے، جب مصنف قدس سرہ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا: یعنی ۲رجمادی الاخریٰ بروز جمعرات بعد ظہر-فالحمد لله-

اسید الحق

نزیل موضع رائے پور، ضلع فرخ آباد

بمکان برادرم آویز خاں قادری

تخریج وتحقیق کے مراجع ومصادر

۱:- قرآن کریم

۲:- اشعۃ اللمعات: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نول کشور، لکھنؤ ۱۲۹۰ھ

۳:- الاذکار: امام نووی، المطبعۃ الوہبیہ، قاہرہ ۱۲۹۳ھ

۴:- احیاء علوم الدین: امام غزالی، دارالمعرفہ، بیروت

۵:- اخطاء ابن تیمیہ فی حق رسول اللہ: ڈاکٹر محمود صبیح، دار جوامع الکلم، قاہرہ

۶:- ارشاد الساری: قسطلانی، مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ

۷:- الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ابن حجر عسقلانی، دارالجیل، بیروت ۱۹۹۲ء

۸:- الاتقان فی علوم القرآن: السیوطی، دارالفاروق الحدیثہ، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

۹:- الادب المفرد: امام بخاری، مطبع خلیلی، آرہ ۱۳۰۶ھ

۱۰:- الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ابن عبدالبر، دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ

۱۱:- البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر، مکتبۃ المعارف، بیروت

۱۲:- الجوهر المنظم: ابن حجر مکی، دار جوامع الکلم، قاہرہ ۱۹۹۲ء

۱۳:- الحرز الثمین: ملا علی قاری، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ ۱۳۰۶ھ

۱۴:- الحصن الحصین: امام جزری، مطبع انوار محمدی، لکھنؤ

۱۵:- الخصائص الکبریٰ: السیوطی، دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد ۱۳۲۰ھ

۱۶:- الدرالمختار: علاء الدین الحصکفی، مطبع امیریہ، قاہرہ ۱۳۰۲ھ

۱۷:- الرد المحکم المتین: عبداللہ صدیق الغماری، مکتبۃ القاہرہ، قاہرہ ۱۹۸۶ء

۱۸:- السنن الکبریٰ: البیھقی، دارالباز، مکہ مکرمہ ۱۹۹۴ء

۱۹:- الصارم المنکی: ابن عبدالہادی، المطبعۃ العامرہ الخیریہ، قاہرہ ۱۳۱۹ھ

۲۰:- العلوّ لعلیّ الغفار: الذہبی، تحقیق حسن سقاف، دارالامام، النووی، عمان ۱۹۹۸ء

۲۱:- الکامل فی التاریخ: الشیبانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۵ھ

۲۲:- المحلی: ابن حزم ظاہری، دارالآفاق الجدیدہ، بیروت

۲۳:- المسامرۃ بشرح المسائرۃ: کمال ابن ابی شریف، امیریہ بولاق، مصر ۱۳۱۷ھ

۲۴:- المستدرک: حاکم نیشاپوری، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۵:- المعجم الاوسط: طبرانی، دارالحرمین، قاہرہ ۱۴۱۵ھ

۲۶:- المعجم الصغیر: طبرانی، المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۸۵ء

۲۷:- المعجم الکبیر: طبرانی، مکتبۃ العلوم والحکم، الموصل ۱۹۸۳ء

۲۸:- المنتظم: ابن جوزی، دارصادر، بیروت ۱۳۵۸ھ

۲۹:- المواھب اللدنیۃ: امام قسطلانی، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات ۲۰۰۱ء

۳۰:- انتباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء: السیوطی، مطبع محمدی، لاہور

۳۱:- انوار الباری: سید احمد رضا بجنوری، مکتبہ ناشر العلوم، بجنور

۳۲:- تاریخ ابن خلدون: دارالقلم، بیروت ۱۹۸۴ء

۳۳:- تاریخ الخلفاء: السیوطی، مطبعۃ العامرہ، قاہرہ

۳۴:- تاریخ طبری: ابن جریر طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۷۱ھ

۳۵:- تبیین کذب المفتری: زاہد الکوثری، المکتبۃ الازہریہ، قاہرہ ۱۹۹۹ء

۳۶:- تفسیر ابن کثیر: دارالفکر، بیروت ۱۴۰۱ھ

۳۷:- تفسیر بیضاوی: دارالفکر، بیروت

۳۸:- تفسیر جلالین: اصح المطابع ۱۲۸۶ھ

۳۹:- تفسیر روح البیان: اسماعیل حقی، المکتبۃ الاسلامیۃ، استنبول ۱۹۲۸ء

۴۰:- تفسیر فتح العزیز: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مطبع العلوم، دہلی ۱۲۶۷ھ

۴۱:- تفسیر کبیر: فخر الدین رازی، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ

۴۲:- تفسیر مدارک التنزیل: ابوالبرکات النسفی

۴۳:- تقویت الایمان: اسماعیل دہلوی، کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند

۴۴:- جامع ترمذی

۴۵:- جذب القلوب الی دیار المحبوب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبع اندیان، کلکتہ ۱۲۶۳ھ

۴۶:- دفع شبہ التشبیہ: ابن الجوزی، دارالامام النووی، عمان ۱۹۹۱ء

۴۷:- دلائل النبوۃ: البیہقی

۴۸:- رفع المنارۃ: محمود سعید ممدوح، دارالامام الترمذی ۱۹۹۷ء

۴۹:- سنن ابن ماجہ: دارالفکر، بیروت

۵۰:- سنن ابی داؤد: دارالفکر، بیروت

۵۱:- سنن الدارمی: دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۷ھ

۵۲:- سنن نسائی: مکتبۃ المطبوعات، حلب ۱۹۸۶ء

۵۳:- شرح ابن ماجہ: السیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی

۵۴:- شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: السیوطی، رضوی کتاب گھر، دہلی

۵۵:- شرح شفاء: ملاعلی قاری، مطبع بولاق، مصر

۵۶:- شرح صحیح مسلم: علامہ غلام رسول سعیدی، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات ۱۴۲۳ھ

۵۷:- شرح مقاصد: التفتازانی، دارالمعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ

۵۸:- شعب الایمان: البیہقی

۵۹:- صحیح ابن حبان: مؤسسہ الرسالہ، بیروت ۱۹۹۳ھ

۶۰:- صحیح ابن خزیمۃ: المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۷۰ء

۶۱:- صحیح بخاری

۶۲:- صحیح مسلم

۶۳:- ضیاء القرآن: پیر محمد کرم شاہ ازہری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۶۴:- طبقات ابن سعد: دار صادر، بیروت

۶۵:- طرح التثریب فی شرح التقریب: حافظ عراقی، دارالکتب العلمیہ، بیروت

۶۶:- فتاویٰ خیریہ: خیرالدین رملی، مطبوعہ ارگ بازار، قندھار، افغانستان

۶۷:- فتاویٰ رشیدیہ کامل: رشید احمد گنگوہی، مکتبہ تھانویہ، دیوبند

۶۸:- فتح الباری: ابن حجر عسقلانی: دارالمعرفۃ، بیروت ۱۳۷۹ھ

۶۹:- کتاب الشفاء: امام قاضی عیاض، مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات

۷۰:- مجمع الزوائد: الهیتمی، دارالریان للتراث، قاہرہ۱۴۰۷ھ

۷۱:- مرقاۃ شرح مشکوۃ: ملاعلی قاری، فیصل پریس، دیوبند، ۲۰۰۵ء

۷۲:- مسند ابی عوانہ: دارالمعرفۃ، بیروت

۷۳:- مسند ابی یعلیٰ: دارالمامون للتراث، دمشق۱۹۸۴ء

۷۴:- مسند احمد بن حنبل: مؤسسہ قرطبہ، قاہرہ

۷۵:- مسند البزار: مؤسسہ علوم القرآن، بیروت۱۴۰۹ء

۷۶:- مسند الشامیین: ابوالقاسم طبرانی، مؤسسہ الرسالہ، بیروت۱۹۸۴ء

۷۷:- مشکوۃ المصابیح: خطیب تبریزی، المکتب الاسلامی، بیروت۱۹۸۵ء

۷۸:- مصنف ابن ابی شیبہ: مکتبۃ الرشید، الریاض۱۴۰۹ھ

۷۹:- مصنف عبدالرزاق: المکتب الاسلامی، بیروت۱۴۰۳ھ

۸۰:- معالم التنزیل: البغوی، دارالمعرفۃ، بیروت۱۹۸۷ء

۸۱:- معتصر المختصر: ابوالمحاسن الحنفی، مکتبۃ المتنبی، قاہرہ

۸۲:- مؤطا امام مالک: داراحیاء التراث العربی، قاہرہ